الف

عمیرہ احمد

قسط نمبر ۷

''الف''

قسط نمبر:07

جانِ طٰہٰ!

آج ایک لمبے عرصہ کے بعد تمہیں سوتے دیکھ کر میری نظر تمہارے چہرے پر ٹھہر گئی۔تم سو رہی ہو اور کھڑکی سے آتی چاندنی تمہارے چہرے پر نور بن کر اُتری ہوئی ہے۔اُس کے ساتھ سہیلی بن کر آنے والی ہوا کے جھونکے تمہارے بالوں کو چھو کر جیسے چوم کر گزر رہے ہیں، انہیں بکھیر رہے ہیں، پھر سمیٹ رہے ہیں۔ہوا سے ہلتا یہ کھڑکی پہ پڑا سفید جالی کا پردہ تم تک آنے کی کوشش کر رہا ہے یوں جیسے ایک بار تمہیں چھونا چاہتا ہو اور ہر بار تمہیں چھونے میں ناکام ہو کر ہار مانتا واپس کھڑکی تک جاتا ہے اور ہوا اُسے پھر تمہارے پاس بھیج دیتی ہے۔

اور اِس سب کے درمیان کمرے کے اس کونے میں چھت سے لٹکے اس بلب کے نیچے کینوس رکھے میں کچھ paint کرنے بیٹھا ہوں اور میں paint نہیں کر پا رہا، بس تمہیں دیکھے جا رہا ہوں۔کئی بار اسی طرح رات کو بیٹھ کر تمہیں دیکھتا رہتا ہوں اسی محبت سے جس سے پہلی بار دیکھا تھا۔

تم حُسنِ جہاں ہو۔۔۔سارے جہاں کا حُسن تمہارے پاس ہے اور میں طٰہٰ عبدالعلی جس کے پاس اب وہ بھی نہیں ہے جو کبھی تھا۔۔

میں تمہارا مجرم ہوں حُسنِ جہاں اور یہ ہی احساس مجھے تم سے نظریں ملانے نہیں دیتا میں تم کو ساری دُنیا لا کر تھما دینا چاہتا تھا اور میں نے تمہیں کہاں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

تم پچھتاتی تو ہو گی میں غلط انتخاب ثابت ہوا ہوں نا تمہارے لئے۔۔۔کیا کہہ کر لایا تھا تمہیں اور کیا دے پایا ہوں۔۔۔مال وزر کی تمہیں تمنّا نہیں پر اب میری زبان پر تمہارے لئے محبت کے وہ گلاب بھی نہیں کھلتے جنہیں دیکھ کر تم میرے لئے پاگل ہوئی تھی۔دل میں سب کچھ تمہارے لئے وہی ہے ویسا ہی ہے مگر زبان پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا ہے حُسنِ جہاں یہ تم سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہے کہہ نہیں پاتی اور جو نہیں کہہ پا رہی وہ مجھے اندر سے زخمی کئے چلا جا رہا ہے۔

مجھے ڈر لگتا ہے کہ تم مجھے چھوڑ کر چلی نہ جاؤ۔میں کیا کروں گا تمہارے بغیر جانِ طٰہٰ۔۔۔ایک اثاثہ گنوا آیا دوسرا گنواؤں گا تو مر جاؤں گا۔تمہارے نام پاکستان سے آنے والا ہر خط مجھے خوف زدہ کرتا ہے۔میں خود غرض ہوں چاہتا ہوں تم وہ شہزادی بن جاؤ جو واپسی کا راستہ یاد رکھنے کے لئے وہاں نشانیاں

چھوڑ کر نہ آئی ہو۔ میں تمہارے قابل نہیں تھا حُسنِ جہاں۔

یہ جو ''میں'' ہوں نا اسے میں خود بھی نہیں جانتا اور یہ جو تم ہو نا اسے شاید تم بھی نہیں پہچان پاتی ہو گی۔۔۔ میں نے تمہیں کیا بنا دیا۔

یہ سارے اعتراف جو کاغذ کے اس ٹکڑے پر رات کے اس پہر کر رہا ہوں۔ یہ دن کے اُجالے میں تم سے کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔ انا کا قیدی نہیں ہوں احساس جرم کا مارا ہوں۔ تمہارے لئے چاہتے ہوئے بھی وہ چاند ستارے توڑ کر نہیں لا پارہا جن کا تم سے وعدہ کیا تھا۔ جانتا ہوں تم چاند ستاروں کی خواہش اور چاہ میں میری زندگی کا حصہ نہیں بنی پھر بھی حُسنِ جہاں میں تمہارے لئے اپنے دل اپنی خواہشات کا کیا کروں۔

مجھے لگتا ہے تم ایک خوبصورت پرندہ ہو جسے میں قید کر بیٹھا ہوں۔ کھلے آسماں میں اُڑنے والا خوشنما پرندہ جو اپنی دُنیا اور زندگی میں ناچتا گیت گاتا ہوا مست تھا اور میں۔۔۔ میں اُسے آسماں سے اس پنجرے میں لے آیا۔ کئی بار تمہاری اُداس آنکھیں ایسی ہی کہانیاں کہتی ہیں مجھ سے اور میں اُن کہانیوں کو پڑھنے سے انکار کر دیتا ہوں۔ کیا کروں حسنِ جہاں میں کیا کروں میرے بس میں کچھ نہیں۔ وہ ہُنر میرے ہاتھ سے چلا گیا ہے جو اللہ کی عطا ہے اور رزق اُس کے لئے میں خوار ہو گیا ہوں اور ناموری اُس کا تو سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے میں نے۔

میں بیسویں صدی میں طٰہٰ عبدالعلی بن کر پیدا ہوا تھا اور طٰہٰ عبدالعلی ہی مر جاؤں گا۔ میرا نام سُننے پر کسی کو کچھ یاد نہیں آئے گا کسی کا سر احترام سے نہیں جھکے گا۔ میں اُستادوں میں شمار نہیں ہوں گا۔ وہ ہُما جو میرے سر پر بیٹھنے آیا تھا میں نے اُڑا دیا۔ اب وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ مجھے ناموری کھونے کا رنج نہیں ہے دلوں کو توڑنے کا غم ہے۔ پہلے وہ دل بابا کا تھا اب تمہارا ہے میں جس سے محبت کرتا ہوں اُسے خوش رکھ نہیں پاتا کیا یہ صرف میرا المیہ ہے یا ہر محبت کرنے والے کا۔

تم نے کروٹ لے لی ہے، مجھ سے منہ پھیر لیا ہے۔ اب میں تمہارا چہرہ دیکھ نہیں پا رہا۔ چاندنی دلفریب نہیں رہی۔ ہوا اپنی مستی کھونے لگی ہے۔ سفید جالی کا وہ پردہ اب تم تک پہنچنے کی جدوجہد میں تھکنے لگا ہے۔ رات گزر گئی ہے۔۔۔ اور میں طٰہٰ عبدالعلی آج بھی خالی کینوس لئے بیٹھا رہ گیا ہوں۔ یہ میری ہر رات کی کہانی ہے۔ کوئی طٰہٰ عبدالعلی جیسی قسمت لے کر نہ آئے اور آئے تو اُس میں حُسنِ جہاں نہ آئے جو نہ اُس کے ساتھ جی سکے نہ اُس کے بغیر۔

تمہارا طٰہٰ

☆.....☆.....☆

قلبِ مومن نے سر اُٹھا کر عبدالعلی کو دیکھا تھا۔ وہ اُس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ اُس صندوقچی کے اندر موجود خطوں کو نمناک آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

''یہ سارے خط وہ ہیں جن کا جواب نہیں دیا میں نے۔۔۔ کچھ پڑھ کے کچھ بغیر پڑھے رکھ دیئے۔ جن خطوں کے جواب نہیں ملتے وہ زندگیاں بدل دیتے ہیں لکھنے والے کی بھی اور اُس کی بھی جس کے نام لکھے گئے ہوں۔'' عبدالعلی اب لرزتے ہاتھوں سے اُن خطوں کو چھو رہے تھے۔ اتنی نرمی سے..... یوں جیسے اُنہیں ڈر ہو وہ اُن کے ہاتھوں میں تتلی کے پروں کی طرح بکھر جائیں گے۔

''آؤ قلبِ مومن تمہیں تمہارے باپ کی کہانی سُناتا ہوں۔۔۔ اپنی اور تمہارے باپ کی۔۔۔ میں تمہیں بتاتا ہوں غرور کے ایک لمحے نے میرے ساتھ کیا کیا تھا۔'' وہ اُس کے سامنے میز کے دوسری طرف ایک سٹول پر بیٹھ گئے تھے۔ کسی بُت کی طرح اُن کے چہرے کی جھریاں اُس لیمپ کی روشنی میں یک دم سینکڑوں سے ہزاروں اور ہزاروں سے لاکھوں میں تبدیل ہوگئی تھیں جو اُن کے سر پر اُس میز کے اوپر لٹک رہا تھا۔ ایک پرانے قصہ گو کی طرح وہ ماضی میں ڈوبے ہوئے سامنے والے کو بھی وہیں لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ قلبِ مومن اب اُن کے بالمقابل بیٹھا پلکیں جھپکائے بغیر اُس چہرے کو دیکھ رہا تھا جس سے وہ کبھی کسی غلطی کی توقع نہیں کرتا تھا، گناہ تو بہت دور کی بات تھی۔

☆.....☆.....☆

وہ رات کے پچھلے پہر اُن کے گھر کے صحن کے بیچوں بیچ اپنے سفید لباس، سیاہ لمبی ٹوپی اور سیاہ چوغہ نما چادر میں ملبوس گھومتا جا رہا تھا، گھومتا ہی چلا جا رہا تھا۔ نظر تھی کہ اُس پر ٹھہر ہی نہیں رہی تھی صرف چاندنی تھی جو اُس پر رات کے اس پچھلے پہر اُتر بھی رہی تھی اور ٹھہر بھی رہی تھی۔ اپنے بائیں پیر پر پھرکی کی طرح گھومتا بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو زمین کی طرف جھکائے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی آسماں کی طرف اُٹھائے طٰہٰ عبدالعلی کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا۔ برآمدے میں کھڑے عبدالعلی نے اُسے دیکھا تھا اور مسکرا دیئے تھے۔ وہ رات کے اس پہر تہجد کے لئے اُٹھتے تھے اور وہ رات کے اس پہر سماع کر رہا ہوتا تھا۔ اُن کے خاندان میں وہ پہلا تھا جو مولانا جلال الدین رومی کے اُن مریدوں میں شامل ہوا تھا جو رقص کرتے ہوئے درویش

(Whirling Darvesh) کہلاتے تھے۔ وہ رقص اللہ سے اُن کی محبت کا اظہار تھا۔۔ اللہ سے تعلق باندھنے کا اُن کا طریقہ۔ گول چکر کاٹتے ہوئے جیسے اُن پر حال آجاتا تھا اور اُس ''حال'' میں ہی وہ گھومتے جاتے، چکر کاٹتے رہتے یہاں تک کہ اُن کا وجود جیسے دُنیا کے جھمیلوں اور زمینی گردش سے کہیں نکل جاتا اور وہ کہیں اور پہنچ جاتے اور جب یہ سماع خوانی اور رقص ختم ہوتا تو وہ رقص کرنے والے درویش جیسے خود کو معرفت کی کسی اور منزل پر پاتے تھے۔

طٰہٰ عبدالعلی رومی کا مداح تھا اور مداح سے عقیدت مندی اور مُریدی کا وہ سفر اُس نے بڑی برق رفتاری سے طے کیا تھا اور عبدالعلی نے نہ اُسے روکا تھا اور نہ ہی اُنہیں کوئی خوف محسوس ہوا تھا کہ خطاطی سے اُس کا دھیان ہٹ جائے گا۔

وہ شروع شروع میں سماع خانہ انہیں رقص کرنے والے درویشوں کا رقص دیکھنے جایا کرتا تھا اور پھر وہ اُن میں شامل ہو گیا تھا۔ وہ رقص بھی اُتنا ہی مشقت طلب کام تھا جتنا محقق انداز میں کی جانے والی خطاطی جس میں اُن کا خاندان مشہور تھا۔

محقق خطاطی خطاطی کے چھے بنیادی، مشکل ترین اور خوبصورت ترین styles میں سے ایک تھا اور ایک زمانہ میں مملوک خاندان کے دورِ حکومت میں نہ صرف اس کا طوطی بولتا تھا بلکہ اسے قرآنِ پاک کے نسخے لکھنے کے لئے بار بار استعمال کیا جاتا تھا۔ عبدالعلی کا خاندان شام سے تعلق رکھتا تھا اور اُن کے آباؤ اجداد محقق خطاطی کے لئے پورے عرب میں جانے جاتے تھے۔ محقق خطاطی میں ''اُستاد'' کا درجہ حاصل کرنے والے زیادہ تر لوگ اُنہیں کے خاندان کی مختلف نسلوں میں ایک کے بعد ایک آتے رہے تھے۔ عرب قومیت رکھتے ہوئے اُن کے آباؤ اجداد شام سے ہجرت کرتے ہوئے مملوک خاندان کے دورِ حکومت میں اُن بہت سے ملکوں میں ہجرت کرتے رہے جہاں جہاں 1505-1205 میں مملوک خاندان حکومت کرتا رہا اور اُن کے آباؤ اجداد میں سے ہی کچھ کو الحمرا کے محلات اور قرطبہ کی مساجد میں Moor سلطنت کے زمانہ میں خطاطی کرنے کا موقع ملا۔۔ سپین میں مسلمانوں کی سلطنت کے زوال کے بعد اُن کے آباؤ اجداد ترکی آکر بسے تھے اور ترکی میں اُس وقت سلطنت عثمانیہ نے خطاطی کے نسخ اور تالوت styles کو فروغ دینا شروع کر دیا تھا۔

محقق آہستہ آہستہ اپنا مقام کھونے لگا اور اُس سے منسلک افراد اور خاندانوں میں ہونے والی کمی نے جیسے اُسے متروک کر دینے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا مگر عبدالعلی کے دادا اور باپ ان حالات میں بھی محقق خطاطی ہی کرتے رہے اور یہ پہچان اب کئی نسلوں سے عبدالعلی کے ساتھ چل رہی تھی۔ وہ محقق

خطاطی کے اب زندہ رہ جانے والے واحد ''استاد'' تھے اور یہی اثاثہ اب وہ اپنے اکلوتے بیٹے طٰہٰ کو سونپ رہے تھے جو بچپن سے اُن کے ساتھ خطاطی کرتا آ رہا تھا اور اپنے کام میں اپنی عمر سے زیادہ مہارت اور کمال رکھتا تھا۔ اُس رقص نے بھی نہ اُس کی توجہ کو خطاطی سے ہٹایا تھا نہ بھٹکایا تھا۔

اُسے رقص کی حالت میں دیکھتے ہوئے عبدالعلی بہت دیر تک اسی طرح کھڑے رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ گھومتے گھومتے رُک گیا تھا اور جب وہ رُک گیا تو اُس نے سر اُٹھا کر عبدالعلی کو دیکھا۔ وہ پسینے سے شرابور تھا سر سے پیر تک۔ وہ عبدالعلی کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔ وہ بھی جواباً مسکرائے۔

''آپ کل میری پرفارمنس دیکھنے آئیں گے؟'' اُس نے برآمدے کی طرف بڑھتے ہوئے عبدالعلی سے پوچھا۔ وہ اب وہاں پڑا ہوا وہ کیسٹ پلیئر بند کر رہا تھا جس میں چلنے والے میوزک پر وہ رقص کر رہا تھا۔

''دیکھ تو لی تمہاری پرفارمنس۔۔۔ بہت خوبصورت۔'' عبدالعلی نے دونوں ہاتھوں سے داد دینے والے انداز میں اُس کے لئے تالی بجائی۔

''آپ نے سٹیج پر بھی لوگوں کے سامنے میری پرفارمنس نہیں دیکھی۔۔۔ وہ بھی تو دیکھیں بابا۔'' طٰہٰ نے اُن کے پاس آتے ہوئے بڑے شوق سے کہا تھا۔ عبدالعلی نے اپنے دراز قد تیکھے نین نقش والے بیٹے کو دیکھا۔ اُنہیں اپنی بیوی کی یاد آئی۔

''لوگوں کے لئے تھوڑی ناچتے ہو تم طٰہٰ۔۔۔ تم تو اللہ کے لئے ناچتے ہو۔۔۔ اُس کی محبت اُس کے عشق میں۔۔۔ میں دیکھوں نہ دیکھوں لوگ دیکھیں نہ دیکھیں کیا فرق پڑتا ہے۔'' انہوں نے اُس سے کہا تھا۔ وہ دونوں اب ساتھ چلتے ہوئے گھر کے اندر والے حصے میں آ گئے تھے۔

''لوگوں کے لئے تو نہیں ناچ رہا بابا۔۔۔ میں تو اپنے ملک کی نمائندگی کر رہا ہوں فیسٹیول ہے دوسرے ملکوں سے بھی لوگ آ کر پرفارم کر رہے ہیں میں بھی اپنے ملک کے لئے پرفارم کر رہا ہوں۔۔۔ سب انتظار میں ہیں میری پرفارمنس دیکھنے کے لئے۔۔۔ نیوز پیپرز نے آج اتنی بڑی بڑی خبریں لگائی ہیں۔'' اُس نے بڑے فخریہ انداز میں کہا تھا۔

''شہرت ہنر کو دیمک کی طرح کھانے لگتی ہے۔۔۔ پتہ بھی نہیں چلتا۔۔۔ کیا ضرورت ہے تمہیں اس سب کی۔'' عبدالعلی نے مدھم آواز میں جیسے اُسے اُس راستے کے نشیب و فراز سے ڈرایا تھا جہاں وہ پاؤں رکھ رہا تھا۔

''میری قسمت میں ہے شہرت بابا۔۔۔ آپ کی طرح خاموشی سے اس گھر میں بیٹھ کر خطاطی

کرنا میرا مقدر نہیں ہے۔ میں چاہوں بھی تو بچ نہیں سکتا۔'' وہ مسکراتے ہوئے باپ سے کہہ رہا تھا۔ وہ مسکرا دیئے تھے۔ طٰہٰ سے بحث نہیں کرتے تھے وہ اُس کے سامنے کمزور پڑتے تھے وہ۔ اپنی بیوی کی وفات کے بعد انہوں نے اُسے اکیلے ہی پالا تھا اور اب اس عمر میں وہ اس کے لئے باپ سے زیادہ ماں بن کر رہ گئے تھے۔ نرم دل۔۔۔ متفق، مہربان۔۔ ڈرنے والے۔۔

''تمہاری نمائش سر پر کھڑی ہے اور تمہارا ''شاہکار'' ابھی بھی مکمل نہیں ہوا۔'' عبدالعلی نے اُس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے وہاں کینوس پر دھری اُس خطاطی کی طرف اُس کی توجہ مبذول کروائی جو نامکمل تھی۔

''اللہ نور السموت والارض۔'' اُس خاندان کا ہر خطاط اپنی پہلی نمائش میں خطاطی کر کے ضرور رکھتا تھا۔ اُس آیت کی خطاطی جیسے وہ ''اجازہ'' تھی جس کے بعد اُس خطاط کو اپنا کام نمائشوں کی شکل میں لوگوں کے سامنے لے آنے کی اجازت مل جاتی تھی۔ طٰہٰ عبدالعلی بھی اُن دنوں اپنی پہلی نمائش کے لئے خطاطی کر رہا تھا اور اللہ نور السموت والارض اُس کی وہ آخری خطاطی تھی جس کے مکمل ہونے کے ساتھ ہی اُس کا کام پورا ہو جاتا۔

طٰہٰ نے ایزل پر دھرے اُس کینوس کو دیکھا۔ جہاں وہ آیت نامکمل حالت میں بھی خطاطی کرنے والے کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت بنی ہوئی تھی۔

''کل رات مکمل کر لوں گا اسے بابا۔۔ اور پرسوں آپ کو دکھاؤں گا لیکن آپ وعدہ کریں مجھ سے پوچھیں بغیر آپ اسے نہیں دیکھیں گے۔'' طٰہٰ نے باپ کا ہاتھ پکڑ کر اُن سے وعدہ لیا تھا اور عبدالعلی نے مسکرا کر اُس سے وعدہ کر لیا تھا۔

طٰہٰ عبدالعلی کو اندازہ نہیں تھا وہ اُس آخری خطاطی کو کبھی مکمل نہیں کرنے والا تھا۔۔ کیونکہ اگلی رات اُس کی دُنیا میں حسنِ جہاں کی آمد ہونے والی تھی۔

☆.....☆.....☆

ہال کے اُس سٹیج پر اس وقت سپاٹ لائٹس کی روشنی میں کتھک ڈانس کی جو پرفارمنس کر رہی تھی وہ رقاصہ نہیں قیامت تھی ایسی قیامت جو اپنی حشر سامانیوں سے خود واقف تھی۔ اُس کی آنکھیں، اُس کے ہونٹ، اُس کی ناک، اُس کے جسم کا لوچ، اُس کی ایک ایک ادا حشر ساماں تھی اور سٹیج پر کھنک کے نرت بھاؤ پیش کرتے ہوئے اُس نے سامنے ہال میں بیٹھے حاضرین کو جیسے باندھ کر رکھ دیا تھا۔ یوں جیسے وہ کسی ہپناٹسٹ کی ٹرانس میں آئے ہوئے سٹیج پر اُس کی ہر جنبش ہر حرکت کو Follow کر رہے تھے۔ وہ آگ

لگانے آئی تھی اور وہ آگ لگا رہی تھی اور وہ اسی کام کے لئے جانی جاتی تھی مگر اُس شام وہاں بیٹھے جلنے والے پروانوں میں طٰہٰ عبدالعلی بھی تھا۔ جو ارادتاً نہیں اتفاقاً اُس پرفارمنس کو دیکھنے وہاں آ بیٹھا تھا اور اُس ایک گھنٹہ کی پرفارمنس نے طٰہٰ عبدالعلی کا پورا وجود دل سمیت کسی ریشم کے کوکون کی طرح لپٹا لپٹایا حسنِ جہاں کا کر دیا تھا۔ وہ اُس کی خوبصورتی، رقص، جسم پتہ نہیں کس چیز کی زد میں آ کر گردش میں آیا تھا۔

اور حسنِ جہاں کو سٹیج پر تھرکتے نہ طٰہٰ عبدالعلی کا پتہ تھا نہ پروا۔ وہ اسّی کی دہائی کی پاکستان کی سب سے بہترین رقاصہ ادا کارہ تھی۔ حکومت پاکستان کے ایک ثقافتی طائفے کا حصہ بن کر اُس فیسٹیول میں آئی تھی اور سٹیج پر فارم کر کے میلہ لوٹنا اُس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

بیک سٹیج پر کھڑا سلطان قربان جانے والی نظروں سے سٹیج پر اپنی ''ملکہ'' کا ''راج'' دیکھ رہا تھا اور اُس راج کے نتیجے میں سامنے بیٹھی audience ''غلامی'' بھی اور وہ سلطان کے لئے بھی روز کا معمول تھا۔ حسنِ جہاں یہ نہ کرتی تو کون کرتا۔ کوئی تھا ہی نہیں اُس کے سامنے ٹھہرنے والا۔

وہ رقص کرتے ہوئے رُکی تھی اور جیسے اُس نے کائنات کی جنبش کو لگامیں ڈال دی تھیں۔۔۔ ہال اب تالیوں سے گونج اُٹھا تھا۔۔۔ ایک، دو، تین، چار اور پھر تالیوں کا سیلاب۔۔ حسنِ جہاں اپنی دلنشین مسکراہٹ اور دلربا انداز کے ساتھ جھک کر اُن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اب بیک سٹیج آ رہی تھی اور تب سلطان سے اُس کی آنکھیں ملی تھیں۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔

''سب کے چراغ بُجھا آئی ہیں آپ۔'' سلطان نے اُس کے قریب آتے ہی کہا۔ وہ جواباً ہنسی

۔

''مجھے لگا تم کہو گے کہ آگ لگا آئی ہیں۔۔۔ آگ بجھانے کا کام تو کیا ہی نہیں کبھی حسنِ جہاں نے۔'' اُس نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے بے حد معنی خیز انداز میں کہا تھا۔

''کیا واروں میں؟'' سلطان نے بے اختیار اُس کی بلائیں لیں۔ اُس کا پھولے ہوئے سانس سے ہو جانے والا سرخ چہرہ اور سرخ لباس اس وقت ہم رنگ تھے۔ سرتاپا شعلہ جوالہ۔

''اپنا آپ۔'' حسنِ جہاں نے ساتھ چلتے ہوئے جیسے اُسے چھیڑا۔

''وہ تو کب کا وار دیا۔'' سلطان نے بے ساختہ اُس کے عقب میں چلتے ہوئے اناؤنسمنٹ کے اُس شور میں کہا جواب اگلے پرفارمر کو متعارف کروانے کے لئے کی جا رہی تھی۔

وہ وہاں حسنِ جہاں کی پہلی پرفارمنس تھی اور اگلے دن اُسے دوسری پرفارمنس دینی تھی اور اُس کے بعد تین چار دن کے وقفے کے بعد تیسری پرفارمنس اور پھر وہ پاکستان لوٹ جاتے مگر اُس دن سلطان

کی پرفارمنس کے دوران آنکھ پھڑکنے لگی تھی اور اُس کی آنکھ جب پھڑکتی تھی حسنِ جہاں کو نظر لگتی تھی اور کوئی نہ کوئی مسئلہ ضرور ہوتا اُس کی پرفارمنس کے درمیان مگر اُس دن سلطان کے متفکر ہونے اور آنکھ کے مسلسل پھڑکنے کے باوجود کوئی مسئلہ نہیں ہوا تھا۔اب وہ پرفارمنس ختم کر کے واپس آئی تھی تو جیسے سلطان کو قرار آیا تھا۔

''شاید وہم ہی کرتا رہتا ہوں میں۔۔۔''حسنِ جہاں کے ساتھ میک اپ روم کی طرف جاتے ہوئے سلطان نے اپنے سارے اندیشوں کو جھٹک دیا۔نظرِ حسنِ جہاں کو بہت بار لگی تھی مگر ''نظر'' میں وہ پہلی بار آئی تھی۔

UA BOOKS

☆.....☆.....☆

وہ رات کے پچھلے پہر اُس کے کمرے میں اُسے کافی دینے آئے تھے وہ اس پہر Paint کر رہا ہوتا تھا یا رقص اور یہی وقت عبدالعلی کے کام کا بھی تھا۔دروازہ بجا کر وہ اندر داخل ہوئے تھے۔طٰہٰ کمرے میں نہیں تھا مگر جو چیز انہوں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی دیکھی تھی اُس نے اُنہیں لرزا دیا تھا۔ایزل پر دھرے کینوس میں ایک ناچتی ہوئی عورت کا وجود۔۔۔اُس کا سُرخ ہوا میں لہراتا ہوا فراک اور اُس کے جسم کے نشیب و فراز۔۔۔وہ جیسے سٹیج سے پرفارم کرتے ہوئے سیدھا اُس کینوس پر اُتر آئی تھی۔عبدالعلی کو یقین نہیں آیا تھا کہ وہ طٰہٰ کا کینوس تھا اُنہیں لگا اُنہیں غلطی لگی ہوگی وہ کسی اور کا کینوس اُٹھا لایا ہوگا۔وہ کانپتے ہوئے آگے بڑھے تھے اور انہوں نے اُس کینوس کے بالمقابل وہ دوسرا کینوس بھی دیکھ لیا تھا جس پر اُس کی وہ ''اللہ نور السموت والارض'' والی خطاطی اب بھی نامکمل تھی۔وہیں تھی جہاں وہ دو راتیں پہلے تھی اور اس دوسرے کینوس پر بنے ہوئے وجود میں لگے ہوئے سارے رنگ ابھی گیلے اور تازہ تھے روشنی میں چمک رہے تھے یوں جیسے وہ ابھی ابھی ہی اُنہیں بناتا ہوا گیا تھا۔۔۔وہ طٰہٰ عبدالعلی ہی کا پیلٹ تھا اُسی کے سٹروک تھے اُسی کا کام تھا۔۔۔مگر اُس آیت کو Paint کرتے کرتے وہ اُس عورت کے جسم کو اُس کینوس پر کس طرح لے آیا تھا عبدالعلی کو یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

UA BOOKS

''بابا۔'' کھنکے کی آواز پر وہ پلٹے تھے طٰہٰ کمرے میں آیا تھا اور باپ کو وہاں کھڑے دیکھ کر یقیناً اُس کے پیروں کے نیچے سے زمین ویسے ہی سرکی ہوگی جیسے اُس تصویر کو دیکھ کر عبدالعلی کے پیروں کے نیچے سے۔

''تم اللہ کی صناعی کرتے ہوئے کس کا حسن Paint کرنے بیٹھ گئے طٰہٰ؟'' اُن کی آواز اور سوال میں جو جلال تھا وہ طٰہٰ عبدالعلی کے لئے نیا تھا۔باپ کا غصہ تو اُس نے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا اور اب

دیکھا تھا تو گنگ ہو گیا تھا۔

''یہ تمہارا شاہکار ہوتا۔۔۔ اللہ نور السموات والارض۔۔۔ یہ نہیں۔'' انہوں نے باری باری دونوں کینوسوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ بے حد غضبناک انداز میں۔''تم اللہ کی آیت کی خطاطی کرتے کرتے اُسے ادھورا چھوڑ کر اس عورت کا جسم اور چہرہ بنانے بیٹھ گئے۔'' اُن کی آواز میں اب غم تھا۔ اُس خاندان میں پہلی بار ہوا تھا کہ کوئی خطاط کسی عورت کو Paint کرنے لگے اور وہ بھی انہیں کا بیٹا۔

''غلطی ہو گئی بابا۔'' طٰہٰ نے بے ساختہ اُن سے کہا۔ عبدالعلی نے بات کاٹ دی۔''گناہ کہتے ہیں اسے۔ غلطی نہیں۔''

''آپ سے معافی مانگوں یا اللہ سے؟'' اُس نے جواباً کہا تھا۔''وہ اُس کی بات پر اُس کا چہرہ دیکھنے لگے۔''طٰہٰ ہم خطاطوں کے قبیلے سے ہیں وہ بھی اُس خطاطی سے جو قرآن پاک کے نسخے لکھنے کے لئے کی جاتی ہے۔ محقق والے ہیں ہم۔۔۔ ہمارے یہ ہاتھ اُن کا ہنر امانت ہے اللہ کی۔ اور اللہ اپنی امانت میں خیانت برداشت نہیں کرتا۔'' وہ اب نرم پڑتے ہوئے اُسے سمجھا رہے تھے۔

''کون ہے یہ؟'' انہوں نے اُس سے پوچھا۔

''حسنِ جہاں۔'' طٰہٰ نے بے اختیار کہا۔ عبدالعلی تضحیک آمیز انداز میں ہنسے۔

''کچھ بھی نہیں ہے حسنِ جہاں۔۔۔ چہرہ ہے چہرے بگڑ جاتے ہیں۔۔۔ جسم ہے۔۔۔ جسم ڈھل جاتے ہیں۔۔۔ جو فنا ہو جائے وہ کہاں کی حسنِ جہاں۔'' وہ اُس سے کہتے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔ بہت بڑی غلطی تھی جو اُن کے بیٹے نے کی تھی۔ مگر عبدالعلی کو یقین تھا وہ پہلی اور آخری غلطی تھی کیونکہ وہ پچھتا رہا تھا یا کم از کم اُنہیں یہی لگا تھا۔ اُن کا اندازہ غلط تھا کہ انہوں نے حسنِ جہاں کی حقیقت بتا دی تھی طٰہٰ کو۔ وہ حسنِ جہاں کا عشق تھا گمراہ کئے بغیر کیسے ختم ہوتا۔

☆.....☆.....☆

وہ ناشتے کی میز پر اخبار لئے بیٹھے تھے۔ صفحے پلٹتے اُن کی نظر اُس کلچرل فیسٹیول کے حوالے سے فیچر پر گئی تھی جس میں طٰہٰ پرفارم کر رہا تھا اور وہ خبر نہیں تھی جس پر وہ رُکے تھے۔ وہ طٰہٰ کے ساتھ ایک رقص کرتی لڑکی کی تصویر تھی جس پر وہ ٹھہر گئے تھے۔ اُن دونوں کی بہت بڑی بڑی تصاویر برابر میں لگی ہوئی تھیں اور عبدالعلی نے ایک نظر میں ہی حسنِ جہاں کا چہرہ پہچان لیا تھا۔ وہ وہی چہرہ تھا جو اُس کینوس پر پہلی بار اُن کے بیٹے نے بنایا تھا۔

''السلام علیکم بابا۔۔۔ اخبار میں میری پرفارمنس کے بارے میں خبر آئی۔'' طٰہٰ کمرے میں داخل

ہوتے ہوئے ناشتہ کرنے کے لئے بیٹھ رہا تھا اور ساتھ اُن سے پوچھ رہا تھا۔

عبدالعلی نے کچھ کہے بغیر اخبار کا وہ صفحہ اُس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ طٰہٰ نے اخبار کے اُس صفحے پر اُن تصویروں پر نظر ڈالی پھر باپ کو دیکھا۔

''یہی ہے حسنِ جہاں؟'' عبدالعلی چائے کپ میں اُنڈیلتے ہوئے اُس سے پوچھ رہے تھے۔

طٰہٰ نے سر ہلایا۔

''تم روز مل رہے ہو اُس سے؟'' عبدالعلی نے عجیب انداز میں پوچھا۔ وہ خاموش رہا۔ لمبی خاموشی کے بعد اُس نے باپ سے کہا۔

''بابا میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' انہیں لگا وہ اُن سے مذاق کر رہا تھا۔ سات دن کے اُس فیسٹیول کا یہ نتیجہ کیسے ہوسکتا تھا۔

''وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔'' اُس نے جیسے باپ کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

''اُس اچھی لڑکی کی وجہ سے پہلی بار تم نے کینوس پر عورت کا جسم Paint کیا۔۔۔ یہ اچھائی ہے اُس کی۔'' عبدالعلی کے لہجے میں تحقیر تھی۔

''آپ ایک بار حسنِ جہاں سے ملیں آپ کا دل بدل جائے گا۔'' عبدالعلی نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''نہیں بدلے گا۔ لیکن تم اگر اُس سے شادی کرلو گے تو تم بدل جاؤ گے۔ تم پہلے ہی بدل گئے ہو۔''

''نہیں بابا میں نہیں بدلا۔ میں آج بھی وہی طٰہٰ ہوں۔ وہی خطاط۔''

''وہی خطاط ہو گے نہیں طٰہٰ۔۔۔ اسے چھوڑ دو۔۔۔ تم اُس کے لئے نہیں بنے۔''

''بابا میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا۔''

''میں کہوں تب بھی نہیں؟'' عبدالعلی کو جھٹکا لگا تھا۔

''مجھ سے یہ سوال نہ کریں۔۔۔ مشکل میں نہ ڈالیں مجھے۔'' وہ گڑگڑایا تھا۔

''مشکل ہے یا آسانی تمہیں باپ اور حسنِ جہاں میں سے کسی ایک کو چُننا ہے۔'' وہ ناشتہ چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''بابا۔'' طٰہٰ نے اُنہیں پکارا۔ وہ نہیں رُکے۔ دل پارہ پارہ کر دیا تھا اُس نے اُن کا۔ یہ آزمائش کیوں آن کھڑی ہوئی تھی اُن کے سامنے۔ عبدالعلی کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔

اُس رات وہ اللہ کے سامنے گڑگڑا کر روتے رہے۔

''اے میرے رب مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالنا۔صدیوں سے میرا خاندان تیری کبریائی بیان کرنے والوں میں سے رہا ہے۔یہی پہچان ہے ہماری۔اس سلسلے کو ختم نہ کرنا۔اے میرے رب طٰہٰ کے دل سے حسنِ جہاں کو نکال دے۔وہ سات دن میں اُس کے دل پر قابض ہوئی ہے تو چاہے تو سات سانسوں میں اُسے اُس کے دل سے نکال دے۔طٰہٰ عبدالعلی کے ہنر کو صرف اپنے لئے رکھ۔اُس کے دل سے دُنیا نکال دے۔حسنِ جہاں بھی نکال دے۔''

وہ روتے گڑگڑاتے رہے تھے۔اُنہیں لگ رہا تھا حسنِ جہاں اُن سے طٰہٰ نہیں چھینے گی وہ طٰہٰ سے وہ ہنر چھین لے گی جو اُن کے خاندان کا نسلوں سے اثاثہ تھا۔جو عورت اُسے آیات کی خطاطی سے اپنی تصویروں پر لے آئی تھی۔وہ اور کیا نہ کرتی حسنِ جہاں کے لئے اُس لمحہ اُن کے دل کا میل صرف اسی وجہ سے تھا۔بعد میں وہ اور وجہ سے بڑھا تھا۔

☆.....☆.....☆

سفید چادر میں سرتاپا چھپی طٰہٰ کے ساتھ اُس شام اُن کے گھر کی دہلیز پر کون کھڑا تھا وہ عبدالعلی بغیر بتائے بھی جان گئے تھے۔وہ جس آزمائش سے بچنے کے لئے رات بھر روتے رہے تھے۔وہ اگلے دن چل کر اُن کے گھر آ گئی تھی۔طٰہٰ اُن کے گھر اُسے یوں لایا تھا جیسے وہ گھر عبدالعلی کا نہیں حسنِ جہاں کا تھا۔ہاتھ پکڑ کر ملکہ کی طرح اور عبدالعلی اندر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔زندگی میں اُنہیں ایسا غصہ کبھی نہیں آیا تھا۔

''بابا یہ حسنِ جہاں ہے آپ سے ملنا چاہتی تھی۔'' طٰہٰ اُسے بڑے کمرے میں ہی چھوڑ کر اندر اُن کے کمرے میں آیا تھا۔

''تم کیوں لائے ہو اسے؟ یا تم مجھے یہ بتانا چاہتے ہو کہ تم نے باپ اور حسنِ جہاں میں سے حسنِ جہاں کا انتخاب کر لیا؟''

وہ اُس پر برس پڑے تھے۔سفید چادر میں لپٹی حسنِ جہاں کا چہرہ بھی سفید پڑا تھا۔کھلے دروازے سے وہ اس کمرے میں کھڑے رہ کر بھی دوسرے کمرے میں موجود اُن دونوں کو دیکھ اور سن رہی تھی۔

''ساری زندگی آپ نے کبھی مجھ سے اس طرح بات نہیں کی..... اب کیوں کر رہے ہیں بابا.....؟ ایسا کیا کر بیٹھا ہوں میں؟'' طٰہٰ نے تڑپ کر باپ سے کہا تھا۔

''تم نے میرے خاندان کے اثاثے اور اگلی نسل کو داؤ پر لگا دیا ہے۔تمہارے ہاتھ اب اللہ کا نام نہیں لکھیں گے اس عورت کی خوبصورتی Paint کریں گے۔وہ شیطان ہے تمہیں ورغلانے آئی ہے تمہیں گمراہ کر کے یہاں سے لے جائے گی۔'' عبدالعلی نے اُس کی طرف اشارہ کیا تھا۔حسنِ جہاں کھڑے کھڑے ریت بنی تھی۔

''وہ حسنِ جہاں ہے اُسے اللہ میری طرف لایا ہے۔اللہ نے اُسے یہاں بسایا ہے۔'' طٰہٰ نے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے عبدالعلی سے کہا تھا۔

''یہاں نفس ہے اللہ نہیں ہے۔'' عبدالعلی نے اُس کے سینے پر ہاتھ لگاتے ہوئے تحقیر آمیز انداز میں کہا۔

''جو چاہے کہہ لیں۔'' وہ ویسا ہی کھڑا رہا تھا۔

''پتہ ہے کیا Paint کرتے تھے۔۔۔کیا بنانے لگے ہو۔۔۔ایک عورت کا چہرہ،جسم،آنکھیں ،ہونٹ۔۔۔ہمارے خاندان کی سات نسلوں میں اللہ کے جمال کے علاوہ کسی اور کے جمال کی بات نہیں کی کسی نے۔۔۔اور تم طٰہٰ تم کہاں سے کہاں آ گئے۔ابھی بھی وقت ہے پلٹ آؤ۔۔۔نہ جاؤ اُدھر گمراہی ہے۔'' وہ اب اُسے سمجھانے کی آخری کوشش کر رہے تھے۔

''وہاں محبت ہے گمراہی نہیں۔'' اُس نے اصرار کیا تھا۔

''فریب ہے۔'' عبدالعلی نے کہا۔

''اس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا مجھے۔''

''تو پھر اندھا کر لو اپنے آپ کو۔'' وہ بے رحمی سے بولے تھے۔

''وہ آنکھوں سے جائے گی تو دل میں آ جائے گی دل سے جائے گی تو شہ رگ میں خون کے ساتھ دوڑنے لگے گی۔وہ یہاں یہاں ہر جگہ ہے بابا.....میں کہاں کہاں سے ہٹاؤں اُسے۔'' وہ بے بسی سے اپنے دل،حلق کنپٹیوں کو چھوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''یہاں،یہاں،یہاں۔۔۔ہر جگہ صرف اللہ ہو سکتا ہے اور کوئی نہیں۔'' عبدالعلی نے اُس کے سینے،حلق،سر کو چھوا تھا۔

''پیار ہو سکتا ہے۔'' طٰہٰ نے ضد کی تھی۔

''پیار کو زوال ہے۔''

''کمال بھی تو اس کو ہے۔'' وہ ضد پر اُترا ہوا تھا،اور حسنِ جہاں کمرے کے کھلے دروازے سے

باپ بیٹا کو ایک دوسرے کے مقابل دیکھ رہی تھی۔ایک نے اُسے خاک بنا کر اڑا دیا تھا دوسرا تاج بنا کر سجانے پر بضد تھا۔

''جو ہاتھ اللہ کے لئے چنے گئے ہیں اُن سے کسی انسان کا جمال تخلیق مت کرنا طٰہٰ۔اللہ یہ ہنر تمہارے ہاتھوں سے چھین لے گا۔''

''آپ غلط کہہ رہے ہیں اتنے سالوں سے خطاطی کر رہا ہوں میں۔۔۔اُس کا چہرہ بنا دیا تو کیا اللہ کا نام لکھنے کے قابل نہیں رہوں گا۔'' وہ باپ سے بحث کر رہا تھا۔

''وہ واحد ہے شراکت قبول نہیں کرتا تمہارے ہاتھ کسی اور کا حسن سراہیں گے تو وہ اُس حسن کو ختم کر دے گا۔''

''جو بد دعا دینی ہے مجھے دیں بابا۔۔۔حسنِ جہاں کو نہیں۔۔۔اللہ نے اُس کی محبت ڈالی ہے میرے دل میں۔۔۔اللہ ہی نکال سکتا ہے۔آپ نہیں نکال سکتے۔'' وہ خفگی سے کہہ رہا تھا۔

''میں آپ کا گھر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔مگر اُس کو چھوڑ نہیں سکتا۔'' وہ کہتے ہوئے دوسرے کمرے میں جانے لگا تھا۔

''اللہ تو نکال سکتا ہے نا تمہارے دل سے اُس کی محبت میں اللہ سے دعا کروں گا۔وہ نکال دے اُسے تمہارے دل سے۔'' عبدالعلی نے جاتے ہوئے طٰہٰ سے کہا تھا۔وہ رُکا پلٹا اُس نے عبدالعلی کو دیکھا پھر کچھ کہے بغیر چلا گیا۔عبدالعلی نے اُسے اور حسنِ جہاں کو اُس کمرے سے جاتے دیکھا تھا وہ حسنِ جہاں اُن کا آخری اثاثہ لے گئی تھی۔زندگی میں پہلی بار عبدالعلی نے کسی سے نفرت کی، کسی کو بد دعا دی۔وہ خطاط تھے اُن کی بد دعا حسنِ جہاں کو کیسے نہ لگتی۔

☆.....☆.....☆

رات کتنی ڈھلی تھی، کتنی رہ گئی تھی، وقت رُکا ہوا تھا یا تھما ہوا تھا۔قلبِ مومن کو اس کا اندازہ نہیں تھا اور اس کا اندازہ شاید عبدالعلی کو بھی نہیں تھا۔

''وہ آخری بار تھا جب میں نے طٰہٰ کو زندہ دیکھا پھر اس کے بعد اُس کو زندہ تو کیا مرا ہوا بھی نہیں دیکھا تھا میں نے۔'' عبدالعلی کی آواز غم سے چیخ رہی تھی اتنے سالوں بعد بھی وہ شاید وہیں کھڑے تھے۔اس گھر میں آج بھی شاید وہی لمحہ تھا۔۔۔طٰہٰ کے چھوڑ جانے کا لمحہ۔

''ایک مہینے کے بعد اُس کا لکھا ہوا ایک خط ملا تھا مجھے جس میں بس ایک جملہ لکھا ہوا تھا۔بابا مجھے معاف کر دیں۔میں نے خط کو پھاڑ دیا تھا۔پھر ہر مہینے اُس کا خط آتا اسی ایک جملے کے ساتھ اب میں

خطوں کو پھاڑتا نہیں تھا اُنہیں بغیر پڑھے رکھتا جاتا تھا اور اگر کبھی کھول کر پڑھ بھی لیتا تو دوبارہ کبھی نہ پڑھتا۔

وہ اُسے اپنا پچھتاوا اپنا رنج لفظوں میں پرو کر سُنا رہے تھے۔ وہ اُن کا چہرہ دیکھتے ہوئے اُس داستان میں اُنہیں آج بھی منفی کردار ماننے پر تیار نہیں تھا اُن کے اس پچھتاوے کے باوجود اس اعتراف کے بعد بھی۔

''بس ایک تمہاری پیدائش کی خبر تھی جس خط کو میں کھول کر پھر رکھ نہیں سکا۔ دل موم ہونا شروع ہو گیا تھا میرا۔'' وہ عجیب دل گرفتہ انداز میں ہنسے۔

''خطاطوں کے خاندان میں اگلا خطاط آ گیا تھا چاہے وہ حسنِ جہاں کا بیٹا ہی تھا میں اب طٰہٰ کے خطوں کا انتظار بھی کرنے لگا تھا۔ تمہارے بارے میں جاننے کے لئے۔ اور اُسے معاف کرنے کے بارے میں سوچنا بھی شروع کر دیا تھا میں نے۔ ہر روز رات کو میں اُسے خط لکھنے کے لئے کاغذ لے کر بیٹھتا اور کاغذ پر حسن جہاں آ جاتی اور میرا دل پھر سے پتھر بن جاتا۔ سارے لفظ پھر سے غائب ہو جاتے۔ تین سال بعد طٰہٰ کے خط آنا بند ہو گئے۔ میں بے چین ہوا پھر کچھ مہینوں کے بعد میں نے اُسے خط لکھا۔ وہ خط ویسے ہی واپس آ گیا تھا۔ اُس پتے پر اب طٰہٰ نہیں رہتا تھا۔ مجھے لگا میں نے اُسے پھر سے کھو دیا۔ ساری ساری رات بیٹھ کر میں اللہ سے معافی مانگتا رہتا تھا اُس سے پوچھتا تھا کہ میرا دل پتھر کا کیوں ہوا؟..... اپنے خون سے ایسی بے اعتنائی برتنے کے قابل کیسے ہوا میں..... حسنِ جہاں کو ایسا حقیر سمجھنے کی جرأت کیسے ہوئی مجھے۔۔۔ میں صحیح تھا یا غلط۔۔۔ صحیح تھا تو سزا کیوں کاٹ رہا تھا۔۔۔ غلط تھا تو مجھے اپنی غلطی کا وقت پر احساس کیوں نہیں ہوا۔'' قلبِ مومن نے اُس بوڑھے خطاط کے گالوں پر آنسو پھیلتے دیکھے۔

''آٹھ سال اسی طرح گزر گئے تھے۔ پھر ایک دن حسنِ جہاں کی طرف سے بھیجا ہوا پارسل ملا۔ اللہ کے نام لکھے ہوئے تمہارے خط تھے اور اُن ہی خطوں کے ساتھ حسنِ جہاں کا بھی ایک خط تھا۔ طٰہٰ کے نام تھا وہ۔ وہ سمجھ رہی تھی وہ میرے پاس ہے۔ وہ اُسے بہت پہلے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اپنی انا، ضد، سب چھوڑ کر بھاگ گیا تھا میں تم لوگوں کے پاس۔۔۔ اللہ نے مجھے ایک موقع اور دیا تھا اپنی غلطی کو سُدھارنے کا۔ میں اس بار کھونا نہیں چاہتا تھا یہ موقع۔۔۔ مگر دیر ہو گئی تھی طٰہٰ تمہاری ماں سے ناراض ہو کر گھر چھوڑ کر گیا تھا۔ ایک دوست کے پاس اور ایک ایکسیڈنٹ میں وہ مر گیا۔ نہ میرا پتہ اُس دوست کے پاس تھا نہ تم لوگوں کا۔ اُس نے دفن کر دیا تھا اُسے۔''

کوئی چیز مومن کی آنکھوں میں چبھی تھی اور پھر اُس کی آنکھیں دُھندلائی تھیں۔ وہ اپنے بچپن

کے اس لمحے کے بارے میں سننا نہیں چاہتا تھا۔ وہ قصہ خواں سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ وہیں رُک جائے مگر غم میں ڈوبے اُس بوڑھے شخص کو وہ کیا کہتا کس طرح کہتا۔

''تم نہ ہوتے قلبِ مومن تو میں طٰہٰ کے غم سے مر جاتا۔ تمہارے وجود نے زندہ رکھا مجھے تم کو تو طٰہٰ ہی سمجھ کر دوبارہ پالا میں نے۔ تم کو کیسے روکتا کسی چیز سے۔ جو تم نے کرنا چاہا میں نے کرنے دیا۔ تم بورڈنگ میں جانا چاہتے تھے، میں نے جانے دیا۔ فلم میکنگ پڑھنا چاہتے تھے، میں نے امریکہ بھیج دیا۔ تمہیں تو روکنے اور ٹوکنے کا حوصلہ ہی نہیں تھا عبدالعلی میں۔ لیکن اب جب عمر کی اس آخری سیڑھی پر آ کھڑا ہوں تو تم سے یہ سب کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔'' وہ رُک گئے تھے اپنے آنسو صاف کر رہے تھے۔ قلبِ مومن نے بھی اپنے آنسو صاف کیے تھے۔ وہ کچھ پوچھنا چاہتا تھا مگر بولتا تو اُس کی آواز لرزتی پھر وہ ٹوٹ جاتا۔ وہ ساری عمر دادا کے سامنے نہیں رویا تھا جو بھی آنسو تھے بچپن میں بہائے تھے اُس نے جوانی میں نہیں اور وہ اب اپنا بچپن اُن کے سامنے دہرانا نہیں چاہتا تھا۔

''میں ضد نہ کرتا تو شادی ہو جاتی دونوں کی۔ میرے پاس ہوتے دونوں۔۔۔ اچھی زندگی گزار رہے ہوتے۔ اُس کو شادی سے نہ روکتا بس حسنِ جہاں کی تصویریں بنانے سے روک دیتا۔۔۔ میں یہ کر لیتا یا وہ کر لیتا۔۔۔ بس کئی سال اسی میں گزار دیئے میں نے۔''

''کس بات پر بابا ناراض ہو کر گھر چھوڑ کر گئے تھے؟ ممی نے بتایا تھا کبھی آپ کو؟'' وہ اُس کے سوال پر قلبِ مومن کا چہرہ دیکھنے لگے تھے۔

''تم تو تھے اُن کے ساتھ۔۔۔ تم کو یاد نہیں؟'' عبدالعلی نے جواباً اُس سے پوچھا تھا۔

''نہیں۔'' وہ اُس کا چہرہ دیکھتے رہے پھر انہوں نے کہا۔

''پھر رہنے دو۔۔۔ بعض چیزوں کا علم نہ ہونا بہتر ہوتا ہے۔'' انہوں نے مدھم آواز میں کہا تھا۔ پھر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''دادا۔'' اُس نے جیسے احتجاج کیا۔

''قلبِ مومن بوڑھا ہو گیا ہوں میں۔۔۔ بہت کچھ بھول گیا ہوں۔ بہت کچھ بھول جانا چاہتا ہوں۔'' وہ کمرے سے جاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ قلبِ مومن کو اُن کی بات پر یقین نہیں آیا تھا۔ وہ اُسے بتانا نہیں چاہتے تھے بھولے نہیں تھے۔ اُسے یقین تھا۔ اُس نے اُس صندوقچی اور اُس میز پر بکھرے اُن معافی ناموں کو دیکھا۔ اُس کے باپ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے معافی نامے۔۔۔ پچھتاوا تھا جو اُن لفظوں سے جھلک رہا تھا۔ وہ حسنِ جہاں سے شادی کرنے پر پچھتایا تھا۔ کاغذ پر لکھے وہ سارے جملے قلبِ

مومن کو جیسے عجیب بھول بھلیوں میں لے گئے تھے۔

☆.....☆.....☆

''آپ کچھ نہیں بتائیں گے ابا؟ ہمیشہ خاموش ہی رہیں گے حسنِ جہاں کے بارے میں؟'' وہ فون پر سلطان کو کُرید رہی تھی۔

''کیا بتاؤں؟'' سلطان کو پتہ نہیں کیا یاد آیا تھا۔

''حسنِ جہاں کی زندگی کی کہانی۔۔۔اُس کے عروج کی کہانیاں سناتے رہے ہیں۔اُس کے زوال کی داستان بھی سنادیں مجھے۔۔۔ پیار زوال لایا تو کس کا پیار؟ محبوب نے بے وفائی کی تو کیوں۔۔۔وفا کی تو کیسے؟'' مومنہ اُسے کرید رہی تھی۔زندگی میں پہلی بار اُسے حسنِ جہاں کی داستان سننے میں دلچسپی ہوئی تھی۔ذکر تو اُس نے ساری زندگی سنا تھا۔

سلطان نے فون بند کر دیا۔وہ جانتا تھا مومنہ دوبارہ کال کرے گی۔اُس نے کال نہیں کی تھی۔ وہ پردہ جو وہ رکھنا چاہتا تھا۔ایک بار پھر پڑا رہ گیا تھا۔مگر مومنہ کے سوالوں نے سلطان کو بے کل کر دیا تھا۔

اپنے کمرے میں پرانی لکڑی کی الماری سے وہ ڈھونڈ ھ ڈھونڈ ھ کر وہ ڈبہ نکال لایا تھا جسے اس بار کئی سالوں بعد نکالا تھا۔اس نے جہانگیر کی بیماری نے جیسے اُسے سب کچھ بھلا ہی دیا تھا اتنے سالوں میں اور ان خطوں کو بھی جو اُس ڈبے میں تھے۔حسنِ جہاں کی ٹوٹی پھوٹی لکھائی میں سلطان کے نام لکھے ہوئے وہ خط جنہیں وہ اتنے سالوں سے سینے سے لگائے بلکہ چھپائے بیٹھا تھا۔

''کیا ہوا تھا ابا حسنِ جہاں کو.....؟ کس کے پیار میں تخت چھوڑا تھا اُس نے اپنا؟''

مومنہ کی آواز اُس کے کانوں میں لہرائی تھی۔سلطان کاغذ کھولتے ہوئے عجیب سے انداز میں ہنسا اور بڑبڑایا۔

''تخت نہیں سلطان کو چھوڑا تھا حسنِ جہاں نے۔''

☆.....☆.....☆

کینوس پر چڑھا کاغذ ہٹاتے ہی وہ لمحہ بھر کے لئے منجمد ہو گئی تھی۔باز و ہوا میں پھیلائے رقصاں یہ اُس کا اپنا وجود تھا۔اُس کے سرخ کلیوں دار فراک کی ایک ایک سلوٹ اُس کینوس پر تھی۔وہ چھوتی تو اُس کا لباس جیسے اُس کے ہاتھ میں آجاتا۔پل بھر کے لئے حسنِ جہاں کو ایسا ہی لگا تھا۔

''کس نے بھیجا ہے یہ؟'' اس نے پلٹ کر سلطان سے کہا تھا۔وہ اس وقت اُسی تھیٹر کے میک اپ روم میں تھے۔دو گھنٹوں بعد اُس کی پرفارمنس تھی۔اور یہاں میک اپ روم میں داخل ہوتے ہی اُس

قدآدم کینوس نے اُس کا استقبال کیا تھا۔

''طٰہٰ عبدالعلی ہے کوئی۔۔۔ڈانسر اور خطاط ہے۔اُس نے بھیجی ہے آپ کے لئے۔'' سلطان نے اُسے بتایا۔

''اس نے مجھے کب دیکھا؟'' وہ ششدر اُس تصویر میں اپنے چہرے کے خدوخال دیکھ رہی تھی۔اپنی گندھی چٹیا کے بال اور اُس میں پرویا سفید موتیا۔گلے میں پڑا وہ تعویذ اور اُس کی سیاہ ڈور۔

''کل دیکھا ہوگا پرفارم کرتے۔'' سلطان کو سمجھ نہیں آئی وہ کس بات پر حیران ہو رہی تھی۔

''ایک رات میں بنا دی اُس نے یہ تصویر؟'' حسنِ جہاں کو یقین نہیں آیا تھا۔

''ایک رات میں تو نہیں بنائی ہوگی۔بن بھی کیسے سکتی ہے۔پہلے سے کام کر رہا ہوگا اس تصویر پر۔'' سلطان نے ہنس کر اُسے ٹالا تھا۔حسنِ جہاں نے اب پلٹ کر سلطان کو دیکھا اور کہا۔

''مگر یہ لباس میری کل رات کی پرفارمنس کا ہے۔یہ کہاں سے دیکھ لیا پہلے اُس نے۔'' سلطان لمحہ بھر کے لئے گنگ ہوا پھر ہنسا۔

''ایک رات میں تو نہیں بن سکتی یہ۔وہ پرفارم کر رہا ہے۔آپ کو invitation بھی بھیجا ہے اُس نے اپنی پرفارمنس دیکھنے کا۔۔۔دیکھ لیں مل لیں پوچھ لیں۔'' اُس آخری مشورہ پر سلطان ساری عمر پچھتایا تھا۔وہ کوئی کام تب تک اُس سے پوچھے بغیر نہیں کرتی تھی۔اُس نے طٰہٰ سے ملنے کا کہا تھا اور طٰہٰ سے ملنے کے بعد وہ جیسے سلطان کے مدار سے نکل گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

طٰہٰ عبدالعلی سٹیج پر رقصاں تھا اور وہ بیک سٹیج کھڑی اُس کا رقص دیکھ رہی تھی۔ترکش موسیقی کی لے پر طٰہٰ عبدالعلی کے رقص کرتے وجود کو حسنِ جہاں پلک جھپکائے بغیر دیکھ رہی تھی۔وہ اُس گھومتے وجود کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی جو اُس لمبی ٹوپی میں چھپا ہوا تھا اور جو اُس کے وجود کی گردش اُس سے چھپائے ہوئے تھی۔اور اُس کے وجود کی اُس سرشار کر دینے والی گردش نے حسنِ جہاں کو عجیب انداز میں بے خود کیا تھا۔بیک سٹیج کھڑے اُس نے اپنے بازو پھیلاتے ہوئے آہستہ آہستہ چکر کاٹنا شروع کر دیا۔سلطان گھبرایا تھا۔

''حسنِ جہاں جی آپ کو کیا ہو رہا ہے؟'' اُس نے اُسے روکنا چاہا تھا۔وہ رُکی نہیں تھی۔سٹیج پر سامنے طٰہٰ ناچ رہا تھا بیک سٹیج اُسی حالت میں حسنِ جہاں ناچ رہی تھی۔سلطان نے اُسے کبھی اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔وہ نشے میں نہیں تھی مگر تھی۔۔۔پاگل نہیں تھی مگر لگ رہی تھی۔۔۔ایک ہی ردھم ایک

ہی لے پر دو انسانی وجود بالکل ایک ہی رفتار اور بے خودی میں چکر کاٹتے جا رہے تھے۔ سٹیج پر سامنے طٰہٰ عبدالعلی۔۔۔ اور وہاں بیک سٹیج پر حسنِ جہاں۔۔۔ پھر میوزک بند ہوا تھا اور سلطان نے حسنِ جہاں کو اُسی طرح چکرا کر گرتے دیکھا۔ وہ گھبرایا اور اُسے سنبھالنے کے لئے بھاگا۔ سٹیج پر اس وقت طٰہٰ audience کے سامنے جھکتے ہوئے اپنی فارمنس پر داد لے رہا تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ وہ جس کا عاشق تھا وہ اُس کا محبوب بن گیا تھا۔

''آپ ٹھیک ہیں؟''

''ہاں میں ٹھیک ہوں۔''

''کیا ہو گیا تھا آپ کو؟''

''آپ بتائیں کیا کر دیا ہے آپ نے مجھے؟'' وہ میک اپ روم میں ہوش میں آنے کے بعد عجیب بے اختیاری اور بے قراری کے عالم میں سلطان کا ہاتھ پکڑے بیٹھی تھی اور سلطان عجیب شاک کے عالم میں اُس کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اُس سے بات کر رہی تھی مگر سلطان کو لگ رہا تھا جیسے اُس کی آنکھوں میں کسی اور کا عکس تھا۔ وہ اُس سے نہیں کسی اور سے بات کر رہی تھی۔

''آپ کو کیا ہو گیا ہے حسنِ جہاں جی؟'' سلطان نے اُس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔ وہ گڑبڑائی اُس نے اپنا ہاتھ دیکھا پھر سلطان کا ہاتھ پھر سلطان کا چہرہ پھر جیسے وہ ہوش میں آئی تھی۔

''وہ کہاں ہے؟'' اُس نے سلطان سے پوچھا تھا۔

''وہ کون؟'' سلطان نے عجیب اُلجھ کر اُس سے پوچھا۔ حسنِ جہاں کے جواب نے اُس کے سینے میں ایک خنجر گھونپا تھا۔

''طٰہٰ۔'' یہ نام اُس کے ہونٹوں پر سانپ کی طرح لہرایا تھا سلطان کے لئے۔

''اُس نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا وہ میرا حال پوچھ رہا تھا۔'' وہ عجیب انداز میں اپنا ہاتھ دیکھتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔

''آپ کا ہاتھ میں نے پکڑا تھا میں پوچھ رہا تھا آپ کا حال۔'' سلطان نے بے قرار ہو کر اُس کا ہاتھ جیسے دوبارہ پکڑا۔ حسنِ جہاں نے بے یقینی سے اُس کو دیکھا پھر اُس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔ پھر کاؤچ سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''آپ کی پرفارمنس کا وقت ہو رہا ہے۔'' سلطان نے اُسے یاد دلایا۔ وہ کھڑی اُس تصویر کو دیکھ رہی تھی جس پر وہ رقصاں تھی پھر آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اُس نے اپنا لباس درست کیا اور پھر

یک دم جیسے اُس نے آئینے میں کچھ دیکھا تھا۔

''تمہیں وہ نظر آ رہا ہے؟'' عجیب سرسراتی ہوئی آواز میں اُس نے سلطان سے پوچھا۔ سلطان نے اُس کی نظروں کے تعاقب میں آئینہ دیکھا۔

''کون؟''

''طٰہٰ۔'' ایک اور خنجر گھونپا تھا اُس نے سلطان کے سینے میں ایک اور سانپ لہرایا تھا اُس کے ہونٹوں پر۔

''اس آئینے میں کیسے نظر آئے گا وہ؟ اس آئینے میں تو صرف آپ ہیں۔'' اس نے پریشان ہو کر اُس سے کہا تھا۔ وہ اُسی طرح اپنے عکس کو دیکھ رہی تھی۔

''مجھے کیوں نظر آ رہا ہے وہ؟ مجھے کیوں اپنا آپ نظر نہیں آ رہا۔'' وہ اُلجھی کہہ رہی تھی اور سلطان کو لگا اُس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ابھی تو چکرا کر گری تھی وہ اگر ایسی باتیں کر رہی تھی تو ایسی باتیں بنتی تھیں۔

''آپ آرام کریں۔ ہوٹل چلتے ہیں۔ ڈاکٹر سے چیک اپ کرواتا ہوں۔'' سلطان نے پریشانی سے کہنا شروع کیا۔

اُس نے درمیان میں بات کاٹ دی۔

''کس چیز کا چیک اپ؟'' سلطان اُسے دیکھ کر رہ گیا۔

''آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ میں آپ کی پرفارمنس کینسل کرواتا ہوں۔'' وہ وہاں سے جانا چاہتا تھا اُس نے ہاتھ پکڑ کر روک دیا۔

''میں ٹھیک ہوں۔ میں پرفارم کروں گی۔'' وہ پھر آئینے میں دیکھ رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

سٹیج پر یہ وہ رقص کرنے والی حسنِ جہاں نہیں تھی جو پچھلی رات یہاں رقص کر کے گئی تھی۔ کتھک ڈانس کا آغاز کرتے ہوئے وہ audience کے سامنے جھکی تھی اور جب وہ سیدھی ہوئی تھی تو اُس audience میں اس نے طٰہٰ کو دیکھا تھا وہ پہلی قطار میں بیٹھا تھا۔ اُس کی نظر اُس سے پچھلی قطار پر گئی۔ وہ وہاں بھی تھا۔ اُس سے پچھلی قطار میں بھی تھا۔ وہ تھا کہاں؟ ہر جگہ کیسے ہو سکتا تھا۔ وہ رقص شروع کرنا بھول گئی۔ سٹیج کے پیچھے کھڑے سلطان کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونا شروع ہوئیں۔ وہ audience کو دیکھے جا رہی تھی اور audience میں اب چہ مگوئیاں ہونے لگی تھیں۔ وہ اپنی نشستوں میں پہلو بدلنے لگے

تھے۔اُس نے بالآخر ناچنا شروع کیا تھا۔

سلطان پلکیں جھپکائے بغیر اُسے دیکھتا رہا۔شاک اور غم کے عالم میں۔اُس کے رقص میں ردھم نہیں تھا۔وہ کس لے پر رقص کر رہی تھی۔وہ ہی جانتی تھی لیکن کم از کم وہ وہ طبلہ نہیں تھا۔وہ موسیقی نہیں تھی جو اُس کے لئے بج رہی تھی۔جنہوں نے پچھلی رات اُس کا رقص دیکھ کر ہوش کھویا تھا وہ بھی ویسے ہی بے یقینی سے اُسے دوبارہ دیکھ رہے تھے۔وہ اس حسنِ جہاں کو دیکھنے نہیں آئے تھے۔

پانچ سال سے سلطان اُس کے ساتھ تھا اُسے یاد نہیں پڑتا تھا اُس نے کبھی اس طرح اُسے سٹیج پر رقص بھولتے دیکھا ہو اور وہ اتنا صاف پتہ چل رہا ہو۔

''کیا اُسے پھر طہٰ نظر آنے لگا تھا؟'' سلطان نے عجیب بے بسی سے سوچا تھا کیا اُس کی آنکھ جو پھڑکتی رہی تھی۔وہ ٹھیک پھڑکی تھی۔حسنِ جہاں کو نظر لگ گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

''زندگی میں پہلی بار آپ ناچنا ہی بھول گئیں۔کیوں دیکھا میں نے ایسا دن؟'' اُس کے رقص والے لباس کو تہہ کرتے ہوئے ہوٹل کے کمرے میں سلطان عجیب دل گرفتہ سا کہہ رہا تھا۔وہ اب کپڑے تبدیل کئے صوفے پر لیٹی ہوئی تھی۔

''طہٰ میرے دماغ سے چمٹ گیا ہے۔میں ناچنا شروع کرتی ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے وہ ناچنا شروع کر دیتا ہے۔۔۔اور وہ ناچنے لگتا ہے تو بس وہ مجھے کہیں لے جاتا ہے۔'' وہ بڑبڑانے لگی تھی۔سلطان نے اُس کا لباس تہہ کرتے کرتے عجیب تڑپ کر اُس سے کہا۔

''کہاں لے جاتا ہے؟''

''کسی اور دُنیا میں۔۔۔اس جسم سے باہر۔۔۔وہاں میں پرندے کے ایک پر کی طرح ہوا میں اُڑتی ہوں۔۔۔وہاں میں۔۔۔ اور وہ۔۔۔ اور وہ سب رقص کرتے ہیں۔'' وہ عجیب سی کیفیت میں بات کر رہی تھی۔

''وہ سب کون؟'' سلطان نے پھر بے چینی سے پوچھا۔

''وہ سب جو وہاں ہیں۔۔۔طہٰ جیسے کپڑوں والے۔۔۔وہاں زمین نہیں ہے۔۔۔آسمان ہے مگر پیروں کے نیچے۔'' وہ گنگ اُسے دیکھ رہا تھا۔

''ایسی باتیں آپ نے کبھی نہیں کیں۔ایسی باتیں تو۔۔۔''حسنِ جہاں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا تھا۔

''مجھے طٰہٰ سے ملنا ہے۔'' سلطان انکار کرنا چاہتا تھا اور اُسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اب مر کر بھی طٰہٰ اور اُس کا سامنا نہیں کروائے گا۔ مگر تب ہی ہوٹل کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی اور سلطان بے اختیار خوش ہوا تھا حسنِ جہاں کا ذہن بٹ جاتا۔ شاید وہ اُس سے ملاقات کی ضد بھول جاتی۔

سلطان نے دروازہ کھول دیا تھا اور دروازہ کھولنے پر پہلی بار سلطان نے اپنے آپ کو بے بس محسوس کیا تھا۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا تھا یہ قسمت تھی وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔

''مجھے حسنِ جہاں سے ملنا ہے۔'' سامنے کھڑے طٰہٰ نے بے حد شستہ لہجے میں انگلش میں اُس سے کہا تھا۔ سلطان کچھ کہے بغیر دروازے سے ہٹ گیا اور وہ ایک لمحہ کی جھجک کے بغیر اندر چلا گیا تھا۔

وہ صوفے پر نیم دراز تھی طٰہٰ کو دیکھ کر کرنٹ کھا کر اُٹھی تھی اور پھر اُس نے جیسے سلطان کو پکارا تھا۔

''سلطان ۔۔۔ سلطان ۔۔۔ وہ پھر نظر آنے لگا ہے۔ وہ ایسے ہی نظر آتا رہے گا۔'' سلطان آگے بڑھا تھا اور اُس نے حسنِ جہاں سے کہا۔

''طٰہٰ صاحب خود آئے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔'' وہ جیسے حسنِ جہاں کی اُس کیفیت کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ حسنِ جہاں نے اُسے دیکھا پھر طٰہٰ کو پھر وہ عجیب بے قراری کے عالم میں اُس کی طرف گئی تھی۔

''آپ نے مجھے کیا کیا ہے؟'' وہ طٰہٰ کے سامنے کھڑی ہو کر پوچھ رہی تھی اور طٰہٰ نے جواباً اُس سے پوچھا تھا۔

''میں یہ سوال آپ سے کرنے آیا ہوں۔'' طٰہٰ نے جواباً اُس سے کہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ اور سلطان ایک بے بس تماشائی کی طرح وہاں کھڑا تھا، جو اُس تماشے سے محظوظ نہ ہونے کے باوجود بھی اُسے دیکھنے پر مجبور تھا۔

''یہ تصویر دیکھ رہی ہیں؟'' طٰہٰ اب کمرے کی ایک دیوار کے ساتھ زمین پر رکھی اپنی بنائی ہوئی تصویر کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

''یہ ایک رات میں بنائی ہے میں نے ۔۔۔ پہلی بار آپ کو دیکھنے کے بعد ۔۔۔ پہلی بار کسی عورت کا چہرہ اور جسم Paint کیا ہے میں نے۔'' وہ اُس سے کہہ رہا تھا۔

''میں نہیں مانتی۔'' حسنِ جہاں نے کہا۔

''دوبارہ بنا دوں؟'' اُس نے جواباً حسنِ جہاں سے کہا تھا۔

''ایک رات میں؟''حسنِ جہاں نے جیسے پوچھا۔

''اُس سے بھی کم۔'' وہ اُس کے چہرے پر نظریں گاڑے کہہ رہا تھا۔

''میں سامنے نہیں بیٹھوں گی۔'' وہ اُس سے کہہ رہی تھی۔

''پہلے بھی کب بیٹھیں تھیں۔'' اُس نے جواباً کہا تھا۔

''لیکن تم سامنے بیٹھ کر بناؤ گے۔'' وہ اب اُسے چیلنج کر رہی تھی یوں جیسے اپنے سحر کا توڑ کر رہی ہو۔

''منظور۔'' طٰہٰ نے اگلے ہی لمحہ کہا تھا۔ وہ دونوں سلطان کو بھول چکے تھے اور سلطان وہ اُن دونوں کی کائناتِ محبت میں اب ایک ذرہ بھی نہیں رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

طٰہٰ اگلی شام پھر سٹیج پر پرفارم کر رہا تھا اور حسنِ جہاں پھر اُسے دیکھنے پہنچی تھی۔ سٹیج کے پیچھے وہ پھر اُس کو دیکھتے ہوئے اُس کی طرح ناچنے لگی تھی۔ سب کتھک دھرا کا دھرا رہ گیا تھا سب تالیں، سب ٹھمکے، سب کچھ۔۔۔ تال تھی تو بس ایک ہی تال تھی لے تھی تو بس ایک۔۔۔ وہ طٰہٰ عبدالعلی کے رنگ میں رنگتی جا رہی تھی اور سلطان اُسے روکتے روکتے بے حال ہو رہا تھا۔

''آپ اپنی پرفارمنس کی ریہرسل کریں۔۔۔ ایسے ناچتی رہیں گی تو پھر اپنا ناچ بھول جائیں گی۔'' سلطان نے اُسے روکا تھا۔

''یہ کیوں نہیں بھولتا مجھے دیکھتے ہوئے اپنا رقص۔'' وہ اُس سے پوچھ رہی تھی اور سلطان کو لاجواب کر رہی تھی۔

''مجھ سے ایسے سوال نہ کریں۔'' سلطان نے جیسے اُس کے سامنے اپنی بے بسی بیان کی تھی۔

''دیکھو وہ نہیں بھولا نا۔۔۔ وہ جس کے لئے ناچ رہا ہے وہ نہیں بھولا۔۔۔ اور میں۔۔۔'' وہ وہاں کھڑے اُسے دیکھتے ہوئے ہنستے ہوئے رو رہی تھی یا روتے ہوئے ہنس رہی تھی۔ سلطان نہیں پہچان پایا۔ لیکن وہ ناچ رہی تھی ویسے ہی گول دائرے میں چکر کاٹتے ہوئے۔ سلطان اُس کا ہاتھ پکڑ کر روکنا چاہتا تھا مگر وہ بگولہ بنی ہوئی تھی اُس کے کیا کسی کے بھی ہاتھ میں نہ آتی۔

☆.....☆.....☆

وہ اُس رات ایک پارک میں ملے تھے۔ طٰہٰ اپنے ساتھ کینوس اور ایزل لایا تھا اور حسنِ جہاں اپنے ساتھ صرف سلطان۔۔

وہ پارک میں ایزل رکھے کینوس اُس پر ٹکائے واک وے کے لیمپس کی روشنی میں ایک بار پھر اُسے Paint کر رہا تھا اور وہ اُس کے عقب میں پارک کی اوپر جاتی ہوئی سیڑھیوں پر سلطان کے ساتھ بیٹھی اُس کے ہاتھ کی ہر جنبش پر جیسے فدا ہو رہی تھی۔

''کیا فائدہ اس سب کا؟'' سلطان نے جیسے اُس سیلاب کو بند باندھنا چاہا تھا جو حسنِ جہاں کو اُس سے چھین کر کسی دوسرے کا کر رہا تھا۔

''زندگی میں سارے کام فائدے والے کیئے ہیں۔ اب تھوڑا گھاٹا بھی چکھنے دو مجھے۔'' وہ سرشار تھی نفع نقصان سے بے پروا تھی۔۔۔

''کیا کرنا چاہتی ہیں آپ؟'' سلطان نے اُس سے پوچھا۔

''پیار۔'' مدھم آواز میں اُس کی سرگوشی گونجی پھر ہنسی۔ کوئی چھری تھی جس نے سلطان کی شہ رگ کاٹی تھی۔ وہ اُس کے سامنے کسی اور سے ''وہ'' کرنا چاہتی تھی جو وہ اتنے سالوں سے سلطان اُس کے لئے اپنے دل میں چھپائے بیٹھا تھا۔

''وہ مجھے دیکھتا بھی نہیں اور پھر بھی میرے چہرے کے ہر نقش کو کیسے کینوس پر اُتارتا چلا جا رہا ہے۔۔۔ کیسے اُتار سکتا ہے؟'' وہ اُس کے تاثرات سے بے خبر اُس سے کہہ رہی تھی۔ طٰہٰ کے کینوس پر اُبھرے اپنے وجود کو دیکھتے ہوئے۔

''میں پینٹر ہوتا تو میں بھی کر دیتا۔'' سلطان نے جیسے اُس کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانے کی کوشش کی۔ حسنِ جہاں نے سُنا ہی نہیں تھا۔

''اُس نے مجھے بتایا تھا کہ اُس نے پہلی بار کسی عورت کا وجود بنایا ہے۔۔۔ مگر دیکھو اس تصویر میں کوئی خامی نظر آتی ہے تمہیں۔'' وہ طٰہٰ عبدالعلی کے برش کے سحر میں تھی۔

''چلیں حسنِ جہاں کل پرفارمنس ہے آپ کی۔۔۔ یہاں ساری رات بیٹھیں گی تو کیسے ناچیں گی۔۔۔ کل آخری بار ناچنا ہے آپ کو۔'' سلطان نے جیسے اُسے پھر واپس کھینچنا چاہا تھا۔

''چھوڑ سلطان۔۔۔ میں نہیں ناچنا چاہتی اب۔۔۔ ناچنا چاہتی ہوں تو طٰہٰ عبدالعلی کی طرح۔'' اُس نے سلطان کا ہاتھ جھٹکا تھا۔ وہ دم بخود ہوا پھر بے چین۔

''آپ حسنِ جہاں ہیں طٰہٰ عبدالعلی نہیں ہیں۔''

''بننا چاہتی ہوں۔'' اُس نے یاد دہانی کروائی تھی اُس نے جھٹک دی تھی۔

''بن کے کیا کریں گی؟'' سلطان اتنی آسانی سے ہمت ہارنے والا نہیں تھا۔

''میں اس جسم سے تنگ آ گئی ہوں سلطان۔۔۔اس چہرے سے۔۔۔جسے ہر وقت سجانا پڑتا ہے۔۔۔اس وجود سے جو ہر وقت کچھ نہ کچھ مانگتا رہتا ہے۔کپڑے زیور، چیزیں۔۔۔آسائشیں۔۔۔ میں بس یہاں کہیں طٰہٰ عبدالعلی کے ساتھ جینا چاہتی ہوں۔۔۔روح بن کر۔'' وہ اب سلطان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہی تھی اور سلطان گونگا ہو گیا تھا۔

''یہ باتیں۔۔۔یہ لفظ۔۔۔کون ہے یہ جو آپ کے اندر یہ سب کہلوا رہا ہے آپ سے۔'' سلطان لمحہ بھر کی خاموشی کے بعد یہی کہہ پایا تھا۔

''پتہ نہیں کون ہے۔۔۔تم بتاؤ کون ہے؟'' وہ اضطراب سے بولی تھی۔

''یہ جو میری روح ہے نا وہ سانس لینے لگی ہے۔پتہ نہیں کیسے جی اُٹھی ہے میں نے تو اُسے مار دیا تھا۔۔۔دفن بھی کر دیا تھا۔اب یہ کیسے جینے لگی۔'' وہ بول رہی تھی اور سلطان اُس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

'وہ رب کا نام پہچانتی ہے۔۔۔باقی کسی کا بھی نہیں۔۔۔تمہیں بھی نہیں جانتی وہ۔۔۔اب اس روح کا کیا کروں میں؟'' سلطان کے پاس سارے لفظ ختم ہو گئے تھے۔طٰہٰ عبدالعلی حسنِ جہاں کی وہی تصویر دوبارہ مکمل کئے کھڑا تھا۔ایک کے عروج کی رات تھی ایک کے زوال کی۔بس ایک سلطان تھا جو ویسے کا ویسا رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

''کیا ڈھونڈ رہی ہیں آپ؟'' وہ دو دن تک غائب رہی تھی ہوٹل سے۔۔۔تیسرے دن آئی تھی تو اپنے سوٹ کیس کھول کھول کر اُن میں سے کپڑے باہر پھینکنا شروع ہو گئی وہ قیمتی جوڑے جو اُس کی رقص کی پرفارمنس کے لئے خاص طور پر بنائے گئے تھے وہ اُنہیں اس طرح پھینک رہی تھی جیسے وہ ردی اخبار ہوں۔

''کیا ڈھونڈ رہی ہیں آپ؟؟؟'' وہ اُس کے اس طرح غائب رہنے پر ناراض ہونے کے باوجود پوچھے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

''چادر۔'' اُس نے جواباً کہا تھا۔وہ حیران ہوا۔

''کون سی چادر؟''

''کوئی بھی چادر۔''

''چادر تو ہے ہی نہیں سامان میں۔۔۔آپ نے کرنا کیا ہے چادر کو۔'' وہ جھنجھلایا۔

''طٰہٰ نے اپنے بابا سے ملوانا ہے مجھے۔۔۔چادر اوڑھ کر جاؤں گی سادہ۔۔۔وہ بہت بڑے

خطاط ہیں۔۔۔طٰہٰ کہتا ہے وہ نیک اور مومن ہیں مجھے ان زرق برق دوپٹوں میں اُن کے سامنے جاتے شرم آئے گی۔۔۔کوئی چادر دو۔۔۔سفید چادر۔۔۔'' وہ عجیب بے قراری کے عالم میں بولتی ڈھونڈتی جارہی تھی۔

''آپ حسنِ جہاں ہیں ہوش کریں۔۔۔آدھی دُنیا جانتی ہے مرتی ہے آپ پر اور آپ اُس حسن پر چادر ڈالنا چاہتی ہیں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔'' سلطان غضب ناک ہوا تھا۔

''ہاں اللہ نے دیا ہے مگر دُنیا کے لئے نہیں دیا۔'' اُس نے جواباً کہا تھا۔سلطان نے اس بار کچھ بھی کہنے کی بجائے کمرے کے فون کا ریسیور اُٹھا لیا تھا۔

حسنِ جہاں بے اختیار اُس کی طرف لپکی تھی۔''کس کو فون کر رہے ہو تم؟''

''آپ کی والدہ کو۔۔۔میں یہ پاگل پن اور نہیں دیکھ سکتا۔'' اُس نے سلطان سے ریسیور چھین لیا۔

''میرا مرا ہوا منہ دیکھو گے تم اگر اُن کو بتاؤ تو۔'' اُس نے سلطان سے کہا تھا۔

وہ حسنِ جہاں مرنے کی بات کر رہی تھی سلطان کو یقین نہیں آیا۔وہ واقعی پاگل ہو گئی تھی۔

''میں نے اب واپس نہیں جانا سلطان۔وہ راستہ بہت پیچھے رہ گیا۔۔۔کوئی روکے گا مجھے تو میں زہر کھالوں گی۔۔۔دیکھو یہ ہیرا ہے میں نے اپنی کمائی سے خریدا تھا۔یہی چاٹ کر مروں گی۔'' وہ اب بستر سے چادر کھینچتے ہوئے اُوڑھ رہی تھی۔۔۔بستر کی سفید چادر کون اوڑھتا ہے۔وہ طٰہٰ عبدالعلی کے باپ سے ملنے کے لئے حد سے گزر رہی تھی۔

''میں پاکستان جاتا ہوں۔تعویذ لاتا ہوں آپ کے لئے۔نظر لگی ہے کسی کی آپ کو۔۔۔میں کہتا تھا نا۔۔۔سٹیج پر چڑھنے سے پہلے نظر اُتروائیں اپنی۔'' سلطان جذباتی ہو گیا۔وہ دروازے کی طرف جاتے جاتے اُس چادر کو لپیٹتے ہوئے ہنسی۔

''اُتر وادی سلطان۔۔۔حسنِ جہاں نے اپنی ہر نظر اُتار دی۔اب صرف ایک ہی نظر رہے گی اُس پر۔'' وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔سلطان کمرے کے بیچوں بیچ ہر طرف بکھرے اُن خوش نما چولیوں، گھاگھروں، غراروں، شراروں کے بیچوں بیچ کھڑا تھا یوں جیسے وہ وہ دکاندار تھا۔جس کے کپڑوں کے تھانوں سے بھری ہوئی دکان سے گاہک ہر مال نکلوا کر دیکھ کر بھی ایک روپیہ کی خریداری کئے بغیر اُٹھ کر چلا گیا تھا۔وہ پوری فلم انڈسٹری میں ''حسن جہاں کا سلطان۔'' کہہ کر پکارا جاتا تھا اور وہ اپنے آپ کو اس لقب پر ہی سلطان سمجھتا تھا۔آج پہلی بار حسنِ جہاں کا سلطان ''طٰہٰ کی حسنِ جہاں'' دیکھ رہا تھا اور کیا آگ

تھی جو وہ اُس کے وجود کو لگا گئی تھی۔ وہ واقعی سلطان ہوتا تو جل کر مر جاتا مگر وہ تو غلام تھا جل کر بھی مرتا نہیں تھا۔

☆.....☆.....☆

وہ اُس دن ہنستی ہوئی گئی تھی روتی ہوئی واپس آئی تھی۔ وہ چادر اُتار پھینکنے کے بعد کھڑی تھی زار زار روتے ہوئے۔

''رو کیوں رہی ہیں۔۔۔؟ کیا ہوا ہے؟'' سلطان گھبرایا تھا۔

''ایسا گمان۔۔۔ اتنا تکبر۔۔۔ میں حسنِ جہاں تھی۔ دُنیا چھوڑ کر گئی تھی اُن کے پاس صرف اس لئے۔۔۔ صرف اس لئے کہ وہ اللہ کی بڑائی بیان کرنے والے تھے۔'' وہ روتے ہوئے کہتی جا رہی تھی۔

''کس کی بات کر رہی ہیں آپ؟ کس نے کیا کہا آپ سے۔۔۔ اگر طٰہٰ نے کچھ کہا ہے تو میں اُس کو جان سے مار دوں گا۔'' سلطان برہم ہوا تھا۔ حسنِ جہاں کی آنکھ میں آنسو بھی کیوں آئے تھے کسی کی وجہ سے۔ ''نہیں طٰہٰ نے کچھ نہیں کہا۔۔۔ اُس کے باپ نے۔۔۔ اُس کے باپ نے۔'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر پھر ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔

''میں شیطان کا روپ لگتی ہوں اُنہیں جو طٰہٰ کو بہکانے آیا ہے۔۔۔ میں۔۔۔ میں تو اُسی کے عشق میں پاگل ہو کر طٰہٰ کے پیچھے گئی تھی جس کے عشق میں اُن کا خاندان خطا طی کرتا ہے۔۔۔ بس رب عبدالعلی کا ہے؟ حسنِ جہاں کا نہیں ہے؟ ہو ہی نہیں سکتا؟'' وہ سلطان سے پوچھ رہی تھی روئے چلی جا رہی تھی۔

''میں نے آپ کو روکا تھا۔ آپ نے بات نہیں مانی چھوڑ دیں اُسے۔ دفع کریں۔ واپس چلتے ہیں اپنی دُنیا میں۔'' سلطان نے اُس کا ہاتھ پکڑا تھا۔ حسنِ جہاں نے ہاتھ چھڑایا۔

''واپس تو نہیں جانا اب۔ میں عبدالعلی کو طٰہٰ کی شکل دیکھنے کے لئے ترسا دوں گی سلطان۔۔۔ وہ چھوڑ آیا ہے اُنہیں میرے لئے۔۔۔ اور میں جا رہی ہوں اُس کے ساتھ شادی کرنے۔'' اُس نے سسکیوں کے بیچ میں سلطان پر قیامت توڑی تھی۔

''نہیں حسنِ جہاں جی۔۔۔ سلطان کیا کرے گا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔ اُس کا محبوب اُس کو نہیں چھوڑ رہا تھا پھر بھی کسی کا ہو رہا تھا۔

''سلطان تو سلطان ہے۔۔۔ سلطان کو کچھ نہیں ہوگا۔۔۔ پر حسنِ جہاں کو کچھ ہوا تو سلطان

جان سے جائے گا۔۔۔ ہے نا سلطان۔''

وہ اب اُسے بہلا رہی تھی ہاں بہلا ہی رہی تھی۔

''تو بتا دے۔۔۔ حسنِ جہاں نہ جائے طٰہٰ کے ساتھ۔۔۔ ہو جائے برباد؟''

وہ سلطان سے سوال نہیں کر رہی تھی اجازت مانگ رہی تھی۔ سلطان نے اُس کا پکڑا ہوا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

حسنِ جہاں کو کیسے برباد ہونے دیتا وہ۔ ترکی میں اُس رات ''سلطان'' کی سلطنت لُٹ گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

UA BOOKS

''تو زبان نہیں کھولے گا؟ تو گونگا ہو کے آیا ہے ترکی سے؟ بول۔۔۔ بتاتا کیوں نہیں۔۔۔ کہاں گئی ہے حسنِ جہاں؟ کمینے تجھے تو حفاظت کے لئے بھیجا تھا تو میرا خزانہ لٹوا آیا۔'' ممتاز بیگم اُس کے چہرے پر تھپڑ مارتے ہوئے غضبناک انداز میں کہہ رہی تھی اور سلطان پٹتا ہی چلا جا رہا تھا۔ اس نے بچنے کی کوشش کی تھی نہ ممتاز بیگم کو رُوکنے کی۔

پھٹے ہوئے گریبان کے ساتھ وہ ممتاز بیگم کے سامنے بے جان بُت کی طرح کھڑا تھا۔ جب وہ اسے مار مار کر تھک گئی تو سلطان نے کہا۔ ''یہ کپڑوں کے سوٹ کیس ہیں اُن کے۔۔۔ یہ دینے آیا ہوں۔'' ممتاز بیگم نے سوٹ کیسوں کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

''کیا کروں ان کو۔۔۔ آگ لگاؤں، بھاڑ میں جھونکوں؟ بتا کیا کروں؟'' وہ پھر گونگا ہو گیا تھا۔

''تجھے حسنِ جہاں کی قسم سلطان بول بتا کہاں چلی گئی وہ؟'' ممتاز نے یک دم منت بھرے انداز میں اُس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ سلطان نے سر اٹھا کر اُسے دیکھا پھر کہا۔

''چلی گئیں۔۔۔ شادی کر لی۔'' ممتاز نے سینے پر دو ہتڑ مارا۔

''شادی کر لی۔۔۔ کس بزنس مین سے کی؟'' بوکھلائے انداز میں اُس نے کہا تھا۔

''وہ خطاطی کرتا ہے اللہ کے ناموں کی۔'' سر جھکائے سلطان نے کہا تھا۔

''ہائے کنگلے سے کر لی۔۔۔ کیا لے کر گی؟'' ممتاز کا غم اور بڑھا۔

''رب لے کے۔'' سلطان بڑبڑایا تھا۔

☆.....☆.....☆

''اتنی دیر سے کیا کھولے بیٹھے ہو سلطان؟'' وہ ثریا تھی جس کے آنے کا اُسے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ سلطان نے سر اُٹھا کر خالی آنکھوں سے اُسے دیکھا تھا۔

''یادیں۔'' وہ بڑبڑایا۔ثریا ساکت ہوئی پھر وہ ہنسی۔

''میں اور تو ایک ہی کام کرتے رہتے ہیں اب۔بوڑھے ہو گئے ہیں۔''

وہ کہتے ہوئے چپل گھسیٹتی چلی گئی تھی۔سلطان وہ سارے خط اُسی طرح گود میں لئے بیٹھا رہا۔ اُسے آج یاد آیا تھا وہ سب کسی کی امانت تھے اُسے اُس تک پہنچانا تھا۔اُس نے حُسنِ جہاں کے بیٹے کا نام دہرایا۔

''قلبِ مومن۔''

☆.....☆.....☆

اپنے کمرے میں آ کر بھی اُس رات قلبِ مومن سو نہیں سکا تھا۔سٹڈی ٹیبل پر اُن خطوں کو ڈھیر کئے وہ ایک ایک کو کھول کر اپنے باپ کا درد ''پڑھ'' رہا تھا۔وہ لفظوں میں نہیں آنسوؤں سے لکھا ہوا تھا۔ کاغذ پر نہیں تھا اُس لمس میں تھا جسے اُن خطوں کو ہاتھ میں پکڑے وہ محسوس کر رہا تھا۔طٰہٰ عبدالعلی کے ہاتھ کا لمس۔اُس کے ہاتھ کی وہ گرمی جو کبھی اُس کے وجود کا حصہ رہی تھی اور جسے کھونے کے بعد قلبِ مومن نے کبھی باپ یا باپ جیسے کسی رشتہ کو دوبارہ کھوجنے کی کوشش نہیں کی تھی۔طٰہٰ عبدالعلی اپنا وجود جیسے اُس کے ذہن پر نقش کر گیا تھا۔

اُس کمرے کی خاموشی میں بیٹھے قلبِ مومن نے جیسے اُس رات اُس راز کو بالآخر کھوج لیا تھا جو سوالوں کی شکل میں اُس کے ساتھ چلتا آیا تھا۔اُس کی ماں سے وہ کیا غلطی ہوئی تھی جسے طٰہٰ عبدالعلی معاف نہیں کر سکا تھا۔

''تم تو پاس تھے تب اُن کے۔۔۔تم نہیں جانتے کیا غلطی ہوئی تھی۔'' دادا نے اُس سے پوچھا تھا یا شاید اُسے یاد دلایا تھا۔وہ اُس شخص کے بارے میں بتا دیتا تو وہ بھی بتا دیتے۔

قلبِ مومن نے اُس شخص کے بارے میں نہیں بتایا تو دادا بھی اُس شخص کے بارے میں بات نہیں کر سکے تھے جو اُس کی ماں اور باپ کے درمیان جُدائی کا باعث بنا تھا۔

اُس کے ذہن کے کینوس پر وہ سارے لوگ پھر لکیروں سے وجود میں آنے لگے تھے۔وہ زندگی جو اس نے ترکی میں بھاگتے دوڑتے گزاری تھی۔وہ گھر جہاں وہ طٰہٰ اور حسنِ جہاں کے ساتھ رہتا تھا۔ اُس کے ماں باپ کا تعلق۔۔۔اُن کا رشتہ۔۔۔اور پھر وہ دن جب سب کچھ ختم ہوا تھا۔وہ جیسے ٹیلی پیتھی کرتے ہوئے اپنے بچپن کے اُن دنوں میں پہنچا تھا۔

☆.....☆.....☆

اُس کینوس کے سامنے اُس کا باپ روز بیٹھتا تھا اور پھر بیٹھا ہی رہتا تھا۔ کبھی کبھی ساری ساری رات۔ اور قلبِ مومن اپنے بستر پر لیٹا تب تک اُسے دیکھتا رہتا تھا جب تک اُسے نیند نہیں آ جاتی تھی۔ ایک ہاتھ میں برش، ایک ہاتھ میں کلر پلیٹ اور سامنے خالی کینوس اور اُس کینوس کے بالکل اوپر لٹکا ہوا ایک لمبی تار والا ہیٹ نما شیڈ کے نیچے لگا ہوا ایک پیلا بلب قلبِ مومن کو سمجھ نہیں آئی تھی اُس کا باپ کینوس پر کچھ paint کیوں نہیں کرتا۔ وہ ساری ساری رات صرف کینوس دیکھتے کیوں گزار دیتا تھا۔ اُس کینوس پر وہ کیا دیکھتا رہتا تھا اور پھر وہ کینوس چھوڑ کر اپنے گھٹنے پر کاغذ رکھ کر اُس پر کیا لکھنے بیٹھ جاتا تھا۔ وہ ایک خطاط اور مصور کی بے بسی تھی اُس کا Creative Block تھا جو اُس چھوٹے سے بچے کو کیسے سمجھ آ سکتا تھا۔ جو جب کاغذ اور کینوس پکڑتا تھا اپنی مرضی کی لکیروں، شکلوں، رنگوں اور لفظوں سے بھر دیتا تھا۔

''بابا۔۔۔ آپ کیا paint کر رہے ہیں؟'' اُس رات بھی قلبِ مومن نیند سے جاگا تھا اور اُس نے باپ کو اُسی حالت میں بیٹھے دیکھا تھا اور اُس نے جیسے باپ کی مدد کرنا چاہی تھی۔

طٰہٰ اُس کی آواز پر یک دم جیسے چونکا اور اُس نے گردن موڑ کر قلبِ مومن کو دیکھا۔ وہ بستر میں سوئی ہوئی حسنِ جہاں کے برابر میں بیٹھا ہوا تھا اور اُسے دیکھ رہا تھا۔

''میں ۔۔۔ میں اللہ کا نام ۔۔۔'' طٰہٰ نے اٹکتے ہوئے گردن موڑ کر واپس کینوس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ قلبِ مومن نے کینوس دیکھا اُسے کچھ نظر نہیں آیا۔ عجیب سے تجسس میں وہ بستر سے نکل کر طٰہٰ کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور کینوس دیکھنے لگا۔

''یہ تو خالی ہے۔'' اُس نے اُلجھ کر جیسے باپ سے کہا۔

''ہاں لکھا نہیں جا رہا۔'' طٰہٰ نے بھرائی ہوئی آواز میں اُس سے کہا۔ کچھ کہے بغیر قلبِ مومن نے اُس سے برش پکڑا پلیٹ سے رنگ لگایا اور خالی کینوس پر اللہ کا نام لکھنے لگا۔

''یہ تو بہت آسان ہے۔'' اُس نے لکھتے ہوئے جیسے باپ سے کہا۔

''دیکھیں میں نے الف لکھ لیا ہے۔'' اُس نے بڑے فخریہ انداز میں جیسے باپ سے کہا۔

''میں الف بھی نہیں لکھ پا رہا۔۔۔ تم لکھ سکتے ہو۔۔۔ میں لکھ نہیں سکتا۔'' طٰہٰ نے عجیب رنجیدگی سے اُس سے کہا تھا۔ قلبِ مومن نے برش باپ کے ہاتھ میں پکڑا کر کہا۔

''میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر لکھتا ہوں ۔۔۔ لکھا جائے گا۔'' اُس نے جیسے باپ کو تسلی دی تھی۔ بالکل اُسی انداز میں جس طرح حسنِ جہاں اور طٰہٰ اُسے لکھنا سکھاتے ہوئے تسلی دیتے تھے۔

''میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں قلبِ مومن۔'' طٰہٰ نے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بے بسی

سے اُس سے کہا تھا۔قلبِ مومن نے پریشان ہوکر باپ کے ہاتھوں کو دیکھا تھا۔پھر وہ اُس کی کلائیوں کو ٹٹولتے ہوئے بولا۔

''میں کھول دوں؟''

''تم نہیں کھول سکتے۔'' وہ یک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔قلبِ مومن کے دل کو کچھ ہوا۔وہ بھی بے اختیار رونے لگا۔طٰہٰ یک دم روتے ہوئے اُٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔کسی نے قلبِ مومن کو گود میں اُٹھا کر سینے سے لگایا تھا۔وہ حسنِ جہاں تھی۔جو یقیناً اُن دونوں کے رونے کی آواز پر اُٹھی تھی۔

''بابا۔۔۔بابا۔۔۔کیوں رو رہے ہیں۔'' اُس نے ماں کی گود میں ہچکیوں کے درمیان پوچھا تھا۔

''اُن کی طبیعت خراب ہے۔'' اُس کی ماں نے اُسے تھپکتے ہوئے کہا۔

''اُن کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔آپ اُن کے ہاتھ کھول دیں اُن کو درد ہو رہا ہے ممی۔'' اُس نے اسی طرح روتے ہوئے جیسے ماں کو باپ کا مسئلہ سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''میں نہیں کھول سکتی مومن۔''حسنِ جہاں کے جواب نے اسے حیران کیا تھا۔

''کس نے باندھے ہیں اُن کے ہاتھ؟''قلبِ مومن نے پوچھا تھا۔

''اللہ۔۔۔نے۔۔۔''

''کیوں؟'' وہ حسنِ جہاں کے جواب پر حیران ہوا۔

''اللہ کی مرضی۔۔۔''قلبِ مومن نے حسنِ جہاں کی آنکھوں میں نمی دیکھی تھی۔

''آپ کیوں رو رہی ہیں؟'' وہ اور بے قرار ہوا۔

''جب تم بڑے ہو جاؤ گے نا تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم کیوں روتے ہیں۔'' اُس نے قلبِ مومن کو بستر پر لٹاتے ہوئے اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے بھرآئی ہوئی آواز میں کہا تھا۔اُسے لٹا کر وہ باہر گئی تھی۔قلبِ مومن باہر سے آنے والی آوازیں بھی سُن پا رہا تھا۔

''کیوں کرتے ہو اس طرح طٰہٰ۔۔۔مومن پریشان ہوتا ہے۔'' اُس کی ماں اُس کے باپ سے کہہ رہی تھی۔

''یہ سب میرے بس میں نہیں ہے۔۔۔تم یہ سب نہیں سمجھ سکتی۔۔۔تم میری جگہ پر نہیں ہو۔'' اُس کے باپ نے کہا تھا۔

''میں سمجھ سکتی ہوں۔۔۔میں بھی تو سب کچھ چھوڑ کر آئی ہوں۔''حسنِ جہاں نے کہا تھا۔

''جو تم چھوڑ کر آئی ہو۔۔۔وہ دُنیا ہے۔۔۔جو میں چھوڑ بیٹھا ہوں۔۔۔وہ اللہ ہے۔۔۔غلطی کر بیٹھا۔'' قلبِ مومن نے اپنے باپ کو کہتے سُنا پھر باہر اپنی ماں کی خاموشی سنی.....بہت لمبے وقفے کے بعد اُس نے حسنِ جہاں کو کہتے سنا۔

''کس چیز کو غلطی کہہ رہے ہو طٰہٰ۔۔۔میرے انتخاب کو؟''

''میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا تم جاؤ۔''نیند میں جاتے ہوئے وہ آخری دو جملے تھے جو قلبِ مومن نے سُنے تھے اور اُسے کسی بات کا سمجھ نہیں آئی تھی۔

☆.....☆.....☆

اُس رات کے بعد اگلے بہت سارے دن قلبِ مومن سکول سے گھر آنے کے بعد جیسے اپنے باپ سے چپکا رہتا تھا۔یون جیسے وہ اُس کی حفاظت کر رہا تھا یا جیسے اُسے یہ یقین دلا رہا تھا کہ وہ اُس سے ہمدردی رکھتا تھا اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ دوبارہ اس طرح رو پڑتا۔

طٰہٰ گھر کے باہر برآمدے میں کھڑا ہو کر روز ڈاکیے کے آنے کا انتظار کیا کرتا تھا اور قلبِ مومن طٰہٰ کے پاس کھڑا اپنے باپ کے اس انتظار کو جیسے ایک عینی شاہد کی طرح دیکھتا تھا۔

''میرا کوئی خط آیا؟'' طٰہٰ تقریباً ہر روز ڈاکیے سے پوچھتا تھا اور وہ انکار کر کے آگے بڑھ جاتا تھا۔قلبِ مومن کو حیرانی ہوتی تھی۔ڈاکیہ اُس کی ماں کے نام کوئی خط نہیں لاتا تھا پھر بھی وہ حسنِ جہاں کے پاس اکثر پاکستان سے آنے والے خط دیکھتا تھا جو وہ اُس وقت کھولتی اور پڑھتی تھی جب طٰہٰ گھر پر نہیں ہوتا تھا اور خط پڑھتے ہوئے اُس کی ماں کا چہرہ اور آنکھیں چمکتی تھیں۔پھر وہ ہمیشہ خط کا جواب لکھنے بیٹھتی اور قلبِ مومن کے ساتھ ڈاکخانے جا کر وہاں پاکستان خط بھیجتی۔

اُس دن بھی طٰہٰ کے ساتھ برآمدے میں ڈاکیے کا انتظار کرتے ہوئے اور پھر اُس کا انکار میں جواب سنتے ہوئے قلبِ مومن کو وہ سارے خط یاد آئے جو اُس کی ممی کے پاس تھے۔

''بابا ممی کے پاس بہت سارے لیٹرز ہیں۔۔۔آپ وہ لے لیں۔''طٰہٰ اُس کے اس جملے پر چونکا تھا۔

''ممی کے پاس لیٹرز کہاں سے آئے ہیں؟''اُس نے قلبِ مومن سے پوچھا تھا۔

''پاکستان سے۔''اُس نے بے حد سادگی سے باپ کو بتایا۔اُس کے باپ نے اُس کا پکڑا ہوا ہاتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ بہت تیزی سے اندر کمرے میں چلا گیا تھا۔قلبِ مومن حیرانی کے عالم میں اُس کے

پیچھے گیا تھا۔

''وہ تمہیں خط کیوں لکھتا ہے؟'' اُس نے اندر جاتے ہوئے اپنے باپ کو دھاڑتے سُنا تھا۔

''تم سے کس نے کہا وہ لکھتا ہے؟'' اُس نے حسنِ جہاں کو کہتے سُنا۔ قلبِ مومن اُلجھ کر دروازے میں رُکا تھا۔

''تم مجھ سے چیزیں چھپاتی ہو۔'' طٰہٰ حسنِ جہاں کے بالمقابل کھڑا اُس سے کہہ رہا تھا۔

''طٰہٰ تمہیں غلط فہمی۔۔۔'' حسنِ جہاں نے کچھ کہنے کی کوشش کی اور طٰہٰ دھاڑا۔''

میں نے تم سے کہا تھا اُس سے رابطہ ختم کرنے کو اور تم۔۔۔'' قلبِ مومن سہم گیا اور اندر نہیں گیا۔

''تم مجھ پر شک کر رہے ہو۔'' حسنِ جہاں نے اُس سے کہا۔

''شک۔۔۔'' طٰہٰ عجیب غضبناک انداز میں کمرے کی الماری کھول کر اُس میں سے سامان نکال نکال کر پھینکنے لگا۔ حسنِ جہاں چند لمحوں کے لئے ساکت ہوئی پھر وہ اس کے پیچھے لپکی۔

''طٰہٰ۔۔۔ طٰہٰ۔۔۔ مت کرو۔۔۔ یہ سب۔۔۔ کچھ نہیں ہے اس میں۔'' اُس نے اُسے روکنے کی کوشش کی تھی مگر تب تک طٰہٰ الماری سے خطوں کا ایک ڈھیر نکال چکا تھا۔ اُس نے پلٹ کر حسنِ جہاں کی طرف وہ پلندہ بڑھایا۔ حسنِ جہاں شکست خوردہ انداز میں کھڑی ہوگئی۔

''تم۔۔۔ تم مجھے چھوڑنا چاہتی ہو؟'' پھاڑتے ہوئے طٰہٰ نے حسنِ جہاں سے کہا۔

''میں۔۔۔ میں کیسے تمہیں چھوڑ سکتی ہو طٰہٰ۔۔۔ پیار کرتی ہوں میں تم سے۔'' حسنِ جہاں خط اُس سے چھینتے ہوئے رونے لگی تھی۔

''پیار کرتی ہو اور دھوکہ دے رہی ہو مجھے۔'' طٰہٰ اُس پر چلایا تھا۔

''میں نے اپنا آپ تباہ کر ڈالا تمہارے لئے حسنِ جہاں۔۔۔ طٰہٰ عبدالعلی بن تراب سے گلی کا کُتا بن گیا اور تم۔۔۔ تم مجھے دھوکہ دے رہی ہو۔۔۔ کس کی جان لوں۔۔۔ اپنی یا اُس کی؟'' وہ چلاتے ہوئے حسنِ جہاں کے سامنے آ کر کھڑا ہوا تھا۔ حسنِ جہاں نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا پھر کہا۔

''میری۔۔۔ مجھے مار دو۔۔۔ یہ سب میں نے شروع کیا تھا نا۔۔۔ مجھ پر ہی ختم ہونا چاہیے۔''

''تم سے پہلے اپنے آپ کو ماروں گا میں۔۔۔ یہ ہاتھ اللہ کا نام لکھنے کے قابل نہیں رہے یہ، تمہاری جان لینے کے قابل بھی نہیں ہیں۔'' طٰہٰ نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد اُس سے کہا تھا اور کمرے میں پڑا اپنا کینوس گراتا ہوا باہر نکل گیا۔ دروازے میں کھڑے قلبِ مومن نے باہر جاتے ہوئے

باپ کو دیکھا۔ پھر کمرے کے اندر روتی ہوئی ماں کو۔۔۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ کمرے میں بکھرے خطوں کے درمیان کھڑی حسنِ جہاں کے پاس آ گیا۔

''ممی۔۔۔ ممی۔'' اُس نے حسنِ جہاں کو پکارا تھا۔ اُس نے بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ سر جھکا کر اُسے دیکھا۔

''بابا کو ان خطوں کا تم نے بتایا تھا قلبِ مومن؟'' اس سوال پر قلبِ مومن ساکت ہو گیا تھا۔ کچھ کہے بغیر مجرمانہ انداز میں اُس نے سر ہلاتے ہوئے جھکا دیا۔ اُسے پتہ ہونا ان خطوں کے بارے میں بتانا اُس گھر میں اتنا بڑا جھگڑا کروا دے گا تو وہ بابا کو کبھی اُن کے بارے میں نہ بتاتا۔

حسنِ جہاں اُس کے جھکے ہوئے ندامت بھرے چہرے کو دیکھتی رہی پھر اُس نے کچھ کہے بغیر آگے بڑھ کر نیچے فرش پر بیٹھتے ہوئے اُسے خود سے لپٹا لیا تھا۔ قلبِ مومن کو عجیب سی تسلی ہوئی۔ اُس کے گلے سے لگے لگے اُس نے حسنِ جہاں کے بالوں کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔

''ممی آپ بالوں میں پھول کیوں نہیں لگاتیں۔۔۔ جیسے پہلے لگاتی تھیں؟'' قلبِ مومن کو اپنی ماں کے بالوں میں لگائے جانے والے سفید پھول یاد آئے تھے۔ اُس کی ماں اُسے گلے لگائے خاموش رہی تھی۔ قلبِ مومن اُس خاموشی کو کھوج نہیں پایا تھا۔

☆.....☆.....☆

وہ سفید پھولوں کی تلاش میں پہلی بار اپنے گھر کی پچھلی سائیڈ پر موجود اُس جنگل میں جا گھسا تھا جہاں بہار کے موسم میں جگہ جگہ جنگلی بوٹیوں کے پھول ہر طرف کھلے ہوئے تھے مگر اُسے بڑے پھولوں کی تلاش تھی۔۔۔ سفید گلابوں کی جو اُس کا باپ ہمیشہ لا کر اُس کی ماں کے بالوں میں لگایا کرتا تھا اور اب قلبِ مومن جیسے اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کے لئے اُن پھولوں کو ڈھونڈنے نکلا تھا جب اُس نے اچانک حسنِ جہاں کو اپنے آپ کو پکارتے سنا۔ وہ تب سفید گلاب ڈھونڈنے میں ناکام رہنے کے بعد وہ چھوٹے چھوٹے سفید پھول چُن رہا تھا جو جگہ جگہ اُگے ہوئے تھے۔

اُس کی ماں عجیب بے قراری کے عالم میں اُسے آوازیں لگا رہی تھی۔

''مومن۔۔۔ مومن۔۔۔'' جنگل کا سناٹا اُن آوازوں سے گونج رہا تھا۔ وہ اکثر طٰہٰ اور حسنِ جہاں کے ساتھ اس جنگل میں آتا تھا۔

''ممی میں یہاں ہوں۔'' قلبِ مومن جواباً بلند آواز میں پکارا تھا۔

''تم نے میری جان نکال دی۔۔۔ کیوں نکلے ہو گھر سے؟ کیوں آئے ہو یہاں؟ کب سے

ڈھونڈ رہی ہوں میں۔'' وہ قلبِ مومن کی آواز پر لپکتی ہوئی اُس کے پاس پہنچی تھی۔قلبِ مومن نے اپنی جیبوں سے پھول نکالتے ہوئے اُسے دکھاتے ہوئے کہا۔

''میں یہ لینے آیا تھا۔''

''کیوں؟''حسنِ جہاں نے خفگی سے کہا۔

''آپ کے بالوں میں لگانے کے لئے۔''قلبِ مومن نے پاس آتے ہوئے کہا۔وہ اُس کے جملے پر جیسے ساکت ہوگئی تھی۔نرم پڑتے ہوئے اُس نے قلبِ مومن کا بازو پکڑا اور کہا۔

''تم آئندہ کبھی اس طرح اکیلے کہیں نہیں جاؤ گے۔اور ایسی جگہ پر تو بالکل بھی نہیں جہاں کوئی نہ ہو۔'' وہ کہہ رہی تھی۔

''یہاں پر کوئی نہیں ہے؟''قلبِ مومن نے ماں کے ساتھ چلتے ہوئے اُس سے پوچھا۔

''نہیں دیکھو۔۔۔نظر آرہا ہے کوئی؟''حسنِ جہاں نے کہا۔

''اللہ بھی نہیں۔''مومن نے پوچھا۔وہ لاجواب ہوئی۔

''اللہ تو ہے۔'' پھر بے اختیار ہنسی۔

''کہاں سے لاتے ہو تم ایسے سوال قلبِ مومن؟ باپ خطاط۔۔۔ماں اداکارہ۔۔۔اور تم۔۔۔''قلبِ مومن نے جھٹ سے کہا۔

''اور میں قلبِ مومن۔''

''نہیں، میری جان۔''حسنِ جہاں نے اُسے پیار سے گود میں اُٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ساتھ چلتے ہوئے قلبِ مومن وہ سفید پھول ماں کے بالوں میں لگاتا اور اٹکاتا گیا۔ماں خوش تھی اور قلبِ مومن بھی۔

☆.....☆.....☆

اُسے اپنے باپ اور ماں کے تعلق کی سمجھ نہیں آتی تھی۔وہ خفا ہوتے تھے خفا رہتے نہیں تھے۔ لڑتے تھے مگر بغیر منائے مان جاتے تھے۔طہٰ گھر آکر سب سے پہلے حسنِ جہاں کو ڈھونڈتا تھا۔ناراض ہوتے ہوئے بھی۔وہ گھر آتا حسنِ جہاں کو دیکھتا پھر قلبِ مومن کو اُٹھا لیتا اور جب تک وہ حسنِ جہاں کو گھر میں نہ دیکھ لیتا جیسے وہ قلبِ مومن کی بات بھی سُن نہیں پا رہا ہوتا تھا۔اور حسنِ جہاں اُس کے انتظار میں روز دروازے پر کھڑی ہوتی تب بھی جب وہ اُس سے ناراض ہوتی اور جب وہ اُسے دور سے سڑک پر آتا دیکھ لیتی تو مومن کو وہیں چھوڑے دروازہ کھلا چھوڑ کر خود اندر چلی جاتی۔اُس کے ماں باپ کے درمیان

ناراضگی ہے یا نہیں قلبِ مومن کو ماں کے دروازے پر اُس کے ساتھ کھڑے ہوئے یا اُسے اکیلا چھوڑ کر اندر چلے جانے سے پتہ چلتا تھا۔

وہ اُس جھگڑے کے بعد بھی تین دن بعد پھر ایک دوسرے سے بات کر رہے تھے۔ طٰہٰ بہت مایوس اپنا بیگ لئے واپس آیا تھا اور حسنِ جہاں کے پاس باورچی خانے میں جا کر اُس نے کہا تھا۔

''انہوں نے نہیں خریدا۔'' چاول کھاتے ہوئے قلبِ مومن نے ماں باپ کے چہرے دیکھے جہاں مایوسی تھی۔

''انہوں نے کہا میرا کام ''عام'' ہے یہ پہلے جیسا نہیں ہے۔ تم دیکھ کر بتاؤ کیا یہ ''عام'' ہے کیا یہ پہلے جیسا نہیں ہے۔'' وہ اُسی میز پر اپنی رول کی ہوئی خطاطی کھول کھول کر دکھا رہا تھا جہاں قلبِ مومن بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔

''یہ بہت اچھی ہے۔۔۔ وہ لوگ غلط کہتے ہیں۔'' حسنِ جہاں نے طٰہٰ سے کہا تھا جو کئی مہینوں بعد بنائے جانے والی اُن چند خطاطی کے نمونوں پر نظریں ٹکائے بیٹھا تھا جنہیں وہ بازار میں بیچنے گیا تھا۔

''نہیں وہ ٹھیک کہتے ہیں اس میں کمی ہے۔'' اُس نے حسنِ جہاں کا جملہ جیسے سُنا ہی نہیں تھا۔ اپنی خطاطی دیکھتے ہوئے وہ جیسے خود ہی بڑبڑا رہا تھا۔

''کیا کمی ہے؟'' حسنِ جہاں نے چیلنج کرنے والے انداز میں اُس سے پوچھا۔

''یہ دل کو نہیں چھوتی۔ پر اس ایک کمی کو میں دور نہیں کر سکتا۔'' وہ عجیب بے چارگی سے بولا تھا۔

چاول کھاتے ہوئے قلبِ مومن کو باپ پر ترس آیا۔

''سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔'' حسنِ جہاں نے طٰہٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جیسے اُسے تسلی دی تھی۔

''کب ٹھیک ہو گا۔۔۔ تم روز یہی کہتی ہو۔'' وہ اُس پر برس پڑا تھا۔

''تو کیا تم سے یہ کہوں کہ کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو گا؟'' حسنِ جہاں نے جواباً اُس سے کہا۔

''کسی اور گیلری لے کر جاؤں گا۔۔۔ سستا بیچ دوں گا۔۔۔ بس بک جائے۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے اُن ساری تصویروں کو یونہی میز پر چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ حسنِ جہاں اور قلبِ مومن کی نظریں ملیں پھر حسنِ جہاں نے نظریں چُراتے ہوئے اُن خطاطی کے نمونوں کو بڑی احتیاط سے لپیٹنا شروع کر دیا۔

چاولوں کی پلیٹ خالی کرتے ہوئے قلبِ مومن اُٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گیا تھا جہاں ایک کرسی پر طٰہٰ چپ چاپ بیٹھا تھا۔

''بابا کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟''قلبِ مومن نے پاس آ کر اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔۔۔''

''کیا آپ ممی سے ناراض ہیں؟''قلبِ مومن نے بے قراری سے کہا۔

''نہیں تمہاری ممی بہت اچھی ہیں قلبِ مومن۔''طٰہٰ نے مدھم آواز میں اُس سے کہا۔یوں جیسے وہ چاہتا ہو اُس کی آواز حسنِ جہاں تک نہ جائے۔

''لیکن مجھے آپ زیادہ اچھے لگتے ہیں۔''قلبِ مومن نے اسی سرگوشی والے انداز میں باپ سے کہا یوں جیسے وہ بھی یہ نہ چاہتا ہوں کہ اُس کا جملہ حسنِ جہاں سنے۔وہ مسکرایا اور قلبِ مومن کو گود میں اُٹھاتے ہوئے باہر لے گیا۔

''اس آسمان پر تمہیں سب سے خوبصورت اور روشن کیا چیز نظر آ رہی ہے؟''اُسے باہر عقبی باغیچے میں لے جاتے ہوئے اُس نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا جہاں چاند پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔

''چاند۔''قلبِ مومن نے بے اختیار کہا۔

''تمہاری ممی آسمان پر چمکنے والا چاند ہیں۔۔۔یہ ساری روشنی جو تمہاری اور میری زندگی میں ہے۔یہ اُن کی وجہ سے ہے۔''طٰہٰ مدھم آواز میں کہہ رہا تھا۔قلبِ مومن نے اُس اعتراف محبت پر غور نہیں کیا تھا۔

''اور آپ کون ہیں؟''اُسے یہ جاننے کی بے قراری تھی۔

''میں۔۔۔؟میں رات کا کالا آسمان۔''طٰہٰ نے عجیب مایوسی سے کہا تھا۔

''اور میں؟''قلبِ مومن نے پوچھا۔

''تم۔۔۔تم۔۔۔وہ والا ستارہ۔''اُسے اٹھائے اُٹھائے طٰہٰ نے اُسے آسمان کے ایک کونے میں ایک چھوٹا ستارہ دکھاتے ہوئے کہا۔

''وہ تو بہت چھوٹا ہے۔''قلبِ مومن کو مایوسی ہوئی۔

''تم بھی تو بہت چھوٹے ہو۔''طٰہٰ نے اُسے تسلی دی۔

''میں تو گم ہو جاؤں گا۔''قلبِ مومن کو تسلی نہیں ہوئی۔

''تم چاند کے سب سے پاس ہو تمہاری ممی تمہیں گمنے نہیں دیں گی۔''طٰہٰ نے اُسے تھپکتے ہوئے کہا۔

''اور آپ کو؟'' قلبِ مومن کو پھر باپ کی فکر ہوئی۔

''میں گم ہو چکا۔'' طٰہٰ نے اُسے دیکھا پھر عجیب سے لہجے میں کہا۔

''میں آپ کو ڈھونڈ لوں گا۔'' قلبِ مومن نے باپ کی گردن کے گرد بازو حمائل کرتے ہوئے اُسے زور سے بھینچا۔

''اندر آجاؤ تم دونوں یہاں آسمان میں کیا دیکھ رہے ہو؟'' وہ دونوں حسنِ جہاں کی آواز پر چونکے تھے۔

''ممی بابا آپ کو چاند کہہ رہے ہیں۔'' قلبِ مومن نے وہیں کھڑے کھڑے بلند آواز میں اُسے اطلاع دی۔ حسنِ جہاں اور طٰہٰ کی نظریں ملیں پھر اُن دونوں نے نظریں چرائیں۔

''آپ کو سب سے پیارا کہہ رہے ہیں اور مجھے چھوٹا ستارہ۔'' وہ بولتا جا رہا تھا۔ طٰہٰ نے اُسے گود سے نیچے اُتار دیا۔

''یہ بہت باتیں کرتا ہے۔'' وہ جیسے نادم تھا۔

''اور اپنے آپ کو کیا کہہ رہے تھے تمہارے بابا؟'' اُس کے جانے کے بعد حسنِ جہاں نے بے حد تجسس سے قلبِ مومن سے پوچھا تھا۔

''رات کا کالا آسمان۔'' حسنِ جہاں کا چہرہ سیاہ پڑا تھا۔ قلبِ مومن کو سمجھ ہی نہیں ماں کو کیا ہوا تھا۔

☆.....☆.....☆

''ممی کیا میں بہت غریب ہوں۔'' حسنِ جہاں سویٹر بنتے ہوئے اُس کے جملے پر جیسے کرنٹ کھا کر چونکی تھی۔ وہ اُس کے پاس بیٹھا ہوم ورک کر رہا تھا۔

''نہیں تو۔۔۔ کس نے کہا تم سے؟'' اُس نے جیسے تڑپ کر پوچھا تھا۔

''سب بچے کہتے ہیں کہ میں غریب ہوں اور بابا بھی اور یہ بھی کہ بابا سب سے پیسے مانگتے ہیں۔'' اُس نے اُداسی سے ماں کو بتایا تھا۔

''جھوٹ بولتے ہیں۔'' حسنِ جہاں نے بے حد غصے سے کہا تھا۔

''وہ کہتے ہیں میرے بابا کچھ بھی نہیں کرتے۔'' مومن اُلجھا ہوا تھا۔

''مومن تمہارے بابا سب سے امیر ہیں۔'' حسنِ جہاں نے اُس سے کہا۔ مومن نے عجیب سی خوشی سے ماں کو دیکھا۔

''اُن کے پاس پیسے ہیں؟''

''پیسوں سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے۔۔۔آؤ دکھاتی ہوں تمہیں۔''حسنِ جہاں اُس کا ہاتھ پکڑے اُسے دوسرے کمرے میں لے گئی تھی۔ایک صندوق کھول کر اُس نے اخباریں نکالنا شروع کیں جن میں طٰہٰ عبدالعلی کے کام پر فیچر اور خطاطی کے نمونوں کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔

''یہ دیکھو تمہارے بابا اللہ کا نام لکھتے ہیں اس لئے سب سے امیر ہیں۔۔۔دیکھو اخباروں میں تصویریں چھپی ہیں اُن کی۔'' وہ بڑے فخریہ انداز میں قلبِ مومن کو وہ اخبار دکھا رہی تھی۔

''جو اللہ کا نام لکھتا ہے وہ سب سے امیر ہوتا ہے؟''قلبِ مومن نے بڑے تجسس سے سوال کیا تھا۔

''ہاں۔''حسنِ جہاں نے کہا۔

''کیوں؟''قلبِ مومن نے کُریدا۔

''کیونکہ اللہ اُس سے پیار کرتا ہے۔''

''اللہ بابا سے پیار کرتا ہے؟''مومن نے اور کُریدا۔

''ہاں۔''حسنِ جہاں نے کہا۔

''اور مجھ سے؟ اور آپ سے؟''مومن کو جیسے تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

''تمہارے بابا سے سب سے زیادہ پھر اُس کے بعد ہم سے۔''حسنِ جہاں نے کہا۔

''پھر اللہ بابا کو پیسے کیوں نہیں دیتا۔۔۔؟ مجھے toys لینے ہیں بہت سارے۔۔۔اور سائیکل اور چاکلیٹس۔۔۔''قلبِ مومن یک دم اُن اخباروں کو پرے کرتے ہوئے بولا تھا۔اس سے پہلے کہ حسنِ جہاں اور وہ کچھ اور بات کرتے اُن کے عقب میں آہٹ ہوئی تھی۔دونوں نے بیک وقت پیچھے دیکھا تھا۔وہاں طٰہٰ کھڑا تھا جو اب جا رہا تھا۔حسنِ جہاں نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مومن کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا یوں جیسے وہ نہیں چاہتی تھی وہ گفتگو اور سوالوں کا سلسلہ وہیں سے جوڑتا۔وہ خود سب کچھ وہیں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

''میں قلبِ مومن کو اس طرح چیزوں کے لئے ترستا نہیں دیکھ سکتا۔''قلبِ مومن اُٹھ کر ماں کے پیچھے آیا تھا اور اُس نے ماں اور باپ کو میز پر بیٹھے باتیں کرتے دیکھا تھا۔

''میں نے اپنے باپ کا دل دُکھایا ہے۔یہ ساری سزا اُسی کی ہے۔جب تک وہ ناراض ہیں میرے ہاتھوں کو اللہ معاف نہیں کرے گا۔''طٰہٰ عجیب بے قراری سے کہہ رہا تھا۔''ہم چلے جاتے ہیں اُن

کے پاس مومن کو لے کر۔'' حسنِ جہاں نے اُس سے کہا تھا۔

''اتنے سالوں سے خط لکھ رہا ہوں اُنہیں معافی مانگ رہا ہوں۔۔۔اُن کا دل پگھلنا ہوتا تو پگھل جاتا اب تک۔۔۔بابا نے بُھلا دیا ہے مجھے اور اللہ نے بھی۔۔۔اتنے سالوں میں کبھی وہ حال ہوا ہی نہیں میرا جو پہلے ہوتا تھا۔ میں اللہ کا نام لکھنے بیٹھتا تھا تو یوں لگتا تھا وہ سامنے آ بیٹھا ہو خود لکھوا رہا ہو اپنا نام میرے ہاتھوں سے۔۔۔لیکن اب۔۔۔'' طٰہٰ رو پڑا تھا۔''میرے دل میں آج بھی وہ ہے اُس کے دل میں اب میں نہیں رہا۔۔۔توبہ میں نے ناک رگڑ رگڑ کر کی۔۔۔معافی میں نے ہاتھ جوڑ جوڑ کر مانگی۔۔۔ اللہ ایسے تو کبھی خفا نہیں ہوا مجھ سے کہ میرے ہاتھ سے ہُنر چھین لیتا۔۔۔رزق چھین لیتا۔۔۔دل کا سکون چھین لیتا۔'' وہ روتا چلا جا رہا تھا۔قلبِ مومن کی آنکھوں میں بھی آنسو آنے لگے۔وہ دوسرا موقع تھا کہ وہ اس طرح باپ کو روتا دیکھ رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

''آپ کیا کر رہی ہیں؟'' قلبِ مومن نے کچھ حیران ہو کر حسنِ جہاں کو دیکھا تھا۔وہ اُس دن بے حد خوش تھی اور اب یک دم دیواروں پر لگی اپنی تصویریں اُتارنے لگی تھی۔

''میں یہ تصویریں اُتار رہی ہوں۔'' حسنِ جہاں نے اُس سے کہا تھا۔

''میں بھی اُتاروں؟'' قلبِ مومن نے فوراً کہا۔

''نہیں۔۔۔اچھا دیکھو مومن۔۔۔آج پاکستان سے ایک انکل آ رہے ہیں۔'' وہ تصویریں اُتارتے اُتارتے یک دم اُس سے کہنے لگی تھی۔

''تو تم نے بابا کو نہیں بتانا اُن کے بارے میں۔'' اُس نے مومن کو ہدایت دی تھی۔

''وہی والے انکل جن کو آپ نے PCO سے فون کیا تھا۔'' قلبِ مومن کو یک دم وہ کال یاد آئی جو حسنِ جہاں نے اُسے ساتھ لئے بازار جا کر کچھ ہفتے پہلے کی تھی اور فون پر کسی کو ترکی آنے کے لئے کہا تھا۔

حسنِ جہاں نے حیرانی سے اُسے دیکھا پھر ہنسی۔''تمہیں سب کچھ یاد کیوں رہتا ہے قلبِ مومن۔'' وہ فخریہ انداز میں مسکرایا۔تب ہی بیرونی دروازے پر بیل ہوئی تھی۔حسنِ جہاں تصویریں اُتارتے ہوئے لپک کر دروازے تک گئی تھی مومن بھی اُس کے پیچھے گیا تھا۔دروازے پر اُس نے سلطان کو دیکھا تھا۔وہ پہلی بار تھا کہ مومن نے سلطان کو دیکھا تھا اور دوسری بار تب جب وہ پاکستان واپس گئے تھے۔اُس نے حسنِ جہاں کو جیسے خوشی سے بے قرار ہو کر سلطان سے لپٹتے دیکھا۔قلبِ مومن کو بُرا لگا۔

''تم بالکل نہیں بدلے سلطان۔''حسنِ جہاں نے سلطان سے کہا تھا۔

''آپ بدل گئی ہیں۔''اُس نے جواباً کہا تھا۔

''زندگی بدل گئی ہے۔''اُس نے عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے مومن سے کہا۔

''تم باہر جا کر کھیلو۔ میں تھوڑی دیر میں بلاتی ہوں۔''اُس نے یک دم قلبِ مومن سے کہتے ہوئے اُسے گھر سے باہر نکال کر دروازہ بند کیا تھا اور قلبِ مومن نے بے یقینی سے اُس بند دروازے کو دیکھا تھا۔ اُسے اُس ''انکل'' سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی جن کی وجہ سے پہلی بار اُس کی ماں نے اُسے گھر سے نکالا تھا۔ بے حد خفگی اور ناراضگی کے عالم میں وہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا رہنے کی بجائے باہر سڑک پر نکل گیا تھا۔ اُسے کچھ اندازہ نہیں تھا وہ کب تک چلتا رہا تھا اور کہاں تھا جب یک دم اسے طٰہٰ کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ بہت سارے شاپرز پکڑے سڑک کے کنارے ایک بس سٹاپ پر بس سے اُترا تھا اور قلبِ مومن کو گھروں کے سامنے پڑی واک دے پر چلتے ہوئے اُس نے دیکھ لیا تھا۔

''تم کہاں پھر رہے ہو؟''مومن لپکتا ہوا باپ کی طرف گیا اور اُس نے اُسے اٹھا لیا۔ مومن کو محسوس ہوا باپ بے حد خوش تھا۔

''دیکھو تمہارے لئے کیا کچھ لایا ہوں۔ مجھے کام مل گیا۔ ممی پریشان ہو رہی ہوں گی گھر پر تمہارے لئے۔''اُسے اُٹھا کر چلتے ہوئے طٰہٰ نے اُس سے کہا تھا۔''ممی پریشان نہیں ہیں۔ وہ انکل کے ساتھ ہیں۔''مومن نے جواباً کہا تھا۔

''کون سے انکل کے ساتھ؟''طٰہٰ حیران ہوا۔''وہ پاکستان سے آئے ہیں۔''

اُس نے ماں کی تمام ہدایات کو بھلاتے ہوئے باپ تک وہ اطلاع پہنچائی۔ باپ نے دوبارہ اُس سے کوئی سوال کیا تھا نہ اُس کی کسی بات کا جواب دیا تھا۔ وہ بس تیز قدموں سے اُسے اُٹھاتے ہوئے چلتا رہا تھا۔ جب وہ گھر کے سامنے پہنچ گئے تو اُس نے سارے شاپرز برآمدے میں رکھتے ہوئے مومن کو وہاں بٹھا دیا۔

''تم یہیں بیٹھو۔''اُس نے دروازے کی بیل بجاتے ہوئے مومن سے کہا تھا۔ دروازہ کھلنے پر اُس کا باپ اندر چلا گیا تھا اور مومن بے اشتیاق کے عالم میں اُن لفافوں کو کھول کھول کر اُن کے اندر دیکھنے لگا تھا۔ اُن لفافوں میں بہت ساری چیزیں تھیں۔ اُس کے لئے ممی کے لئے۔۔۔ قلبِ مومن خوشی سے بے حال ہو رہا تھا۔ گھر کے اندر کیا ہو رہا تھا اُسے اس وقت اس کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ بس ایک لفافے میں پڑے چاکلیٹس میں سے چاکلیٹس نکال کر کھانے لگا تھا۔

بہت دیر بعد اُس نے دروازہ کھلتے اور اپنے باپ کو اندر سے نکلتے دیکھا۔ وہ سیدھا سیڑھیاں اُتر کر اُس کے پاس رُکے بغیر سڑک پر چلا گیا۔

''بابا۔۔۔ بابا۔۔۔'' مومن نے اُسے آوازیں دیں۔ طٰہٰ نے ایک بار پلٹ کر دیکھا اور اپنے ہاتھ سے ہونٹوں کو چھو کر اُس کی طرف اشارہ کیا۔ وہ جیسے اُس کی طرف ہوائی بوسہ اُچھال رہا تھا اور اُس کے بعد وہ پلٹ کر تیز قدموں سے چلنے لگا تھا۔ قلبِ مومن نے اُس کے بعد طٰہٰ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

☆.....☆.....☆

سو وہ سلطان تھا۔۔۔ وہ شخص جس کی وجہ سے اُس کے باپ نے اُس کی ماں کو چھوڑا تھا۔ اُس دن اُس گھر میں اُس کے باپ پر کیا گزری ہوگی اُس کی ماں کو ایک دوسرے مرد کے ساتھ دیکھ کر اور اُس مرد کے ساتھ جس سے وہ نفرت کرتا تھا۔۔۔ یہ سب اُس ننھے قلبِ مومن کو کبھی سمجھ نہیں آیا تھا۔ یہ سب اُسے اب سمجھ آ سکتا تھا۔ مگر وہ کوشش کرتا رہا تھا کہ وہ حسنِ جہاں کو ویسی عورت نہ سمجھے جیسی اُس کے باپ نے سمجھ کر چھوڑی تھی۔ وہ اُس کی ماں تھی وہ اُسے معاف کر سکتا تھا کرنا چاہتا تھا۔

سٹڈی ٹیبل پر بیٹھے اُس نے جگسا پزل کا آخری ٹکڑا اُس کی جگہ پر رکھنے سے بھی پہلے اُس کا راز جان لیا تھا۔ جیسی محبت طٰہٰ عبدالعلی کو حسنِ جہاں سے تھی ویسی محبت حسنِ جہاں کو شاید سلطان سے تھی۔ کیا یہ اُس کی غلطی تھی یا گناہ۔۔۔؟ اُس کمرے کے اندر کیا دیکھا تھا طٰہٰ نے جو وہ برداشت نہیں کر سکا تھا یہ مومن سوچنا تک نہیں چاہتا تھا۔۔۔ وہ بس اُس بند دروازے تک ہی سوچتا تھا اور سوچنا چاہتا تھا۔

''مومن۔۔۔ تم سو جاؤ۔۔۔'' دادا کی آواز پر وہ سٹڈی ٹیبل پر بیٹھے بیٹھے پلٹا تھا۔ وہ بوڑھا داستان گو اُس کی نیندیں اُڑانے کے بعد بھی اُسے ایک بار پھر سُلانے آیا تھا۔

عبدالعلی اور وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

''ممی کی شادی آپ نے کروائی تھی نا دوبارہ؟ کس سے کروائی تھی دادا؟''

قلبِ مومن کا سوال سوال نہیں تھا۔ قلبِ مومن کی طرف سے اعتراف تھا کہ وہ اُس سے زیادہ جانتا تھا جتنا عبدالعلی کا اندازہ تھا۔

☆.....☆.....☆